مذاہب عالم میں صدقہ وخیرات کا تصور

ارفع بنت وقار*

مستفیض احمد علوی**

Abstract

As one studies details in depth, one finds that religion as a whole does not teach cynic attitudes towards worldly life. However, it does teach its followers not to become the worshiper of the world around. A universal teaching, which is common in all religions is preaching of charity and alms; giving away to other less fortunes in the society. All religions demand followers to remain humane and beneficent to others, in all circumstances. Ethics that molds human mind to help and serve others, seems to be the pivotal in all basic teachings of religion. Unfortunately, the religious teachings have been considered to focus on morality of life-hereafter only. The following study will explore the teachings of major world religions that promote welfare, happiness, comfort, prosperity of a society, through its socio-economic ethics. It also contains analytical research along with its socio-economic impacts on society regarding practical enforcement of teachings related to charity and alms adduced in Judaism, Christianity, Islam, Hinduism, Sikhism, Buddhism, Jainism, Zoroastrianism, Confucianism and Taoism respectively.

Keywords: Charity, Service to humanity, Sharing sources, Economic welfare

تعارف:

صدقہ وخیرات کرنے سے مراد ضرورتمندوں اور محتاجوں کی اعانت کا عمل سرانجام دینا ہے۔ اصطلاح میں صاحبِ استطاعت افراد کا اپنی ضروریات سے اضافی وسائلِ زندگی کو محتاجوں اور ضرورتمندں میں تقسیم کرنے کا عمل صدقہ وخیرات کہلاتا ہے۔ صدقہ کے لیے انگریزی میں Charity جبکہ خیرات کے لیے Alms کی اصطلاح مستعمل ہے اور ان دونوں کا مفہوم ضرورتمند افراد کی امداد اور اعانت کے طور پر بیان کیا جاتا ہے۔ مذہب نے اسے سب سے بڑی نیکی قرار دیا ہے۔

*پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ علومِ اسلامیہ، گفٹ یونیورسٹی، گوجرانوالہ۔

**ڈائریکٹر، فیکلٹی آف آرٹس اینڈ سوشل سائنسز، گفٹ یونیورسٹی، گوجرانوالہ۔

گویا مذہب کے بارے میں یہ تصور درست نہیں کہ وہ محض کچھ اخلاقی اصول دیتا ہے جو آخرت کی دنیا سے تعلق رکھتے ہیں، یا وہ محض خود غرضی کی ایسی تعلیم دیتا ہے جس سے ذاتی زندگی کی اصلاح ہو سکتی ہے، معاشرے کے لیے مفید نہیں ہو سکتیں یا یہ تصور کہ مذہب دوسرے انسانوں کے لیے نفرت کے علاوہ اپنے پاس کچھ نہیں رکھتا جس سے باہمی عدم تعاون کے ساتھ ساتھ تشدد اور انتہا پسندی کو فروغ ملتا ہے۔ ایسے سارے تصورات کی قلعی اس وقت کھل جاتی ہے جب انسان کی مذاہب عالم کی صدقہ وخیرات سے متعلق تعلیمات کا بغور جائزہ لیتا ہے اور خصوصاً اسلام کی جامع، عالمگیر اور قابل عمل معاشی پالیسی کو دیکھتا ہے تو مذہب کے خلاف دور جدید کے کئی تصورات، محض افسانے معلوم ہوتے ہیں۔

صدقہ وخیرات کے اسلامی اصول:

گردش دولت کے اصول کو ہر معاشی نظام فکر میں بنیادی حیثیت کا حامل تصور کیا جاتا ہے۔ اسی اصول کی عملی شکل مذہب کی تعلیمات میں خیرات وصدقات کی صورت میں تاکید کے ساتھ مروج ہے۔ صدقات وخیرات معاشی نظام کے استحکام میں معاون ہوتے ہیں کیونکہ ان کی پیہم ترسیل کسی بھی معاشرہ کو معاشی طور پر مضبوط بنانے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ صدقات وخیرات کی ادائیگی کا عمل کسی بھی معاشرہ کے افراد کی انفرادی واجتماعی معاشی ومعاشرتی بہبود کا باعث بنتا ہے۔

قرآن میں صدقہ وخیرات کے لیے عربی اصطلاح 'انفاق فی سبیل اللہ' رائج ہے۔[1] اسلامی تعلیمات میں خالصتاً رضائے الٰہی کے لیے ریاکاری سے اجتناب کرتے ہوئے کسی ضرورتمند کی ضرورت کی تکمیل کرنے، بلکہ ہر نیک کام کو جس میں قربانی اور ایثار کا کوئی پہلو موجود ہو صدقہ کہا جاتا ہے۔[2] قرآن وحدیث میں صدقہ کی مختلف شکلیں زکٰوۃ، عُشر، فطر کی صورت میں بیان ہوئی ہیں۔

قرآن وحدیث کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ اسلام کے معاشی نظام کی بنیاد اس عقیدہ پر ہے کہ ملکیت اللہ کی ہے اور انسان کو محض نائب کی سی حیثیت حاصل ہے۔ وہ تمام اشیاء جو انسان کی ملکیت ہیں ان سب کا حقیقی مالک ان کا خالق یعنی اللہ ہی ہے۔ مال درحقیقت اللہ کی امانت ہے اور حقیقی ملکیت اللہ ہی کی ہے۔ انسان کو حقیقی ملکیت اللہ کی جانب

---

[1] البقرہ:۱۹۵

[2] "صدقہ" اردو دائرہ معارف اسلامیہ، (لاہور: دانش گاہ پنجاب، ۲۰۰۴ء)، ۱۲: ۹۳

منتقل کرنے اور خود کو مطلق العنان تصور نہ کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ انسان کیونکہ نائب کی حیثیت کا حامل ہے اس لیے اس کے لیے اللہ کی عطا کردہ دولت کو اس کی راہ میں خرچ کرنا ایک سعادت ہی ہے۔

قرآن میں ارشاد ہے:

اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَاَنْفَقُوْا لَهُمْ اَجْرٌ كَبِيْرٌ[3]

"ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول پر اور خرچ کرو اُن چیزوں میں سے جن پر اس نے تم کو خلیفہ بنایا ہے۔ جو لوگ تم میں ایمان لائیں گے اور مال خرچ کریں گے ان کے لیے بڑا اجر ہے۔"

قرآن میں یہ اصول بھی مرتب کیا گیا ہے کہ دولت کی تقسیم آزمائش ہے اور یہ کوئی قاعدہ کلیہ نہیں ہے کہ جس کے پاس مالِ کثیر ہے وہ خدا کی نظر میں عزت دار اور غرباء و مساکین قابلِ نفرت ہیں۔ بلکہ اسلامی تعلیمات کی رو سے کثیر و قلیل مالِ دولت ذریعہ آزمائش ہی ہیں اور ان کے ذریعہ اللہ امراء کی سخاوت کے اعتبار سے اور غرباء کی صبر کے اعتبار سے آزمائش کرتا ہے۔ لہٰذا اس نظریہ کو حیلہ و حجت بنا کر غرباء کی دستگیری سے ہاتھ نہیں روکنا چاہیے۔[4]

اسلام میں صدقات کو دو اقسام واجبہ اور نافلہ میں منقسم کیا گیا ہے۔ بعض صدقات کی ادائیگی ہر صاحبِ نصاب پر فرض ہے لیکن بعض معاملات میں اسے شخصی صوابدید پر موقوف کیا گیا ہے۔ عصرِ حاضر کے مشہور ماہر علومِ اسلامیہ ڈاکٹر طاہر القادری (1951 -Alive) کے مطابق اسلام میں صدقات کی بنیادی طور پر دو اقسام ہیں، واجبہ اور نافلہ۔ صدقاتِ واجبہ سے مراد ایسے صدقات ہیں جن کی ادائیگی ہر صاحبِ نصاب پر لازم ہے۔ مثلاً زکوٰۃ، صدقہ فطر و عشر اور نذر یعنی منت کا پورا کرنا وغیرہ۔[5] صدقاتِ واجبہ سے پہلو تہی اور اجتناب کی صورت ممکن نہیں ہوتی۔ اسلامک ریسرچ فاؤنڈیشن انٹرنیشنل کے بانی ڈاکٹر ابراہیم سید (1939 -Alive) نے صدقاتِ واجبہ کو زکوٰۃ سے موسوم کیا ہے۔[6] شرعی اعتبار سے صاحبِ نصاب افراد کا اللہ کی جانب سے واجب اور فرض کردہ مالی عبادت کو

---

[3] الحدید: ۷

[4] یسین: ۴۷

[5] طاہر القادری، ڈاکٹر، **زکوٰۃ اور صدقات**، (لاہور: منہاج القرآن پبلیکیشنز، مئی ۲۰۱۳ء)، ۱۵۳

[6] ''Charity in Islam.'' Irfi. Accessed on: July 7, 2020. URL: http://www.irfi.org/articles/articles_101_150/charity_in_islam.html

شریعت کے واضح کردہ اصولوں کے مطابق مستحقین کو ادا کرنا زکٰوۃ کہلاتا ہے۔ قرآن اور حدیث میں بارہا مقامات پر نماز کے ساتھ ساتھ زکٰوۃ کا حکم دیا گیا ہے جیسے کہ حدیث کی رو سے زکٰوۃ اسلام کا تیسرا رکن ہے اور اسے اسلام کی بنیاد کا درجہ عطا کیا گیا ہے۔[7]

قرآن کی رو سے خُمس کا شمار بھی صدقاتِ واجبہ میں ہوتا ہے۔ خُمس ایک فقہی اصطلاح ہے جس کا اطلاق فقہ میں مذکور مخصوص شرائط کے ساتھ بعض چیزوں کے پانچویں حصہ پر ہوتا ہے، جن میں معدنی کانیں، گڑا ہوا خزانہ، حلال مال جو حرام میں مخلوط ہو جائے، غوطہ خوری سے حاصل ہونے والے سمندری موتی اور مونگے، جنگ میں ملنے والا مالِ غنیمت[8] اور مشہور قول کے مطابق مسلمان کی ذمی کافر سے خریدی جانے والی زمین شامل ہیں۔

اسلامی تعلیمات کی رو سے صدقاتِ واجبہ میں مختلف صورتوں میں عاید ہونے والا کفارہ (کفارہ نذر، کفارہ قَسم، کفارہ ظہار، کفارہ یمین، کفارہ روزہ وغیرہ) بھی شامل ہے جو کہ جرمانہ کی قسم سے ہے۔ اس سے مراد وہ جرمانہ ہے جس کی ادائیگی کسی فرض یا قَسم یا نذر کی عدم تکمیل یا پھر ناقص ادائیگی کی صورت میں ضروری قرار پاتی ہے۔ اس کی اقسام میں کفارہ نذر، کفارہ قَسم، کفارہ یمین، کفارہ روزہ وغیرہ شامل ہیں۔ مختلف اقسام میں کفارہ کی صورت بھی مختلف ہے اور کفارہ کی مقدار میں بھی فرق ہے۔ کفارہ قَسم کے متعلق ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيٓ اَيۡمَانِكُمۡ وَلٰكِنۡ يُّؤَاخِذُكُمۡ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الۡاَيۡمَانَ ۚ فَكَفَّارَتُهٗۤ اِطۡعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيۡنَ مِنۡ اَوۡسَطِ مَا تُطۡعِمُوۡنَ اَهۡلِيۡكُمۡ اَوۡ كِسۡوَتُهُمۡ اَوۡ تَحۡرِيۡرُ رَقَبَةٍ ؕ فَمَنۡ لَّمۡ يَجِدۡ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ؕ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيۡمَانِكُمۡ اِذَا حَلَفۡتُمۡ ؕ وَاحۡفَظُوۡۤا اَيۡمَانَكُمۡ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمۡ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمۡ تَشۡكُرُوۡنَ[9]

"تم لوگ جو مُہمل قسمیں کھالیتے ہو اُن پر اللہ گرفت نہیں کرتا، مگر جو قسمیں تم جان بُوجھ کر کھاتے ہو اُن پر وہ ضرور تم سے مواخذہ کرے گا۔ (ایسی قسم توڑنے کا) کفّارہ یہ ہے کہ دس مسکینوں کو وہ اوسط درجہ کا کھانا کھلاؤ جو تم اپنے بال بچوں کو کھلاتے ہو، یا انہیں کپڑے پہناؤ، یا ایک غلام آزاد کرو، اور جو اس کی استطاعت نہ رکھتا ہو وہ تین دن کے

---

7 البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، **کتاب الایمان**، باب ۲: دُعَاؤُكُمۡ اِيۡمَانُكُمۡ، (ریاض: دارالسلام، مارچ ۱۹۹۹ء)، حدیث: ۸

8 الانفال: ۴۱

9 المائدہ: ۸۹

روزے رکھے۔ یہ تمہاری قسموں کا کفّارہ ہے جب تم قسم کھا کر توڑ دو۔ اپنی قسموں کی حفاظت کیا کرو۔ اس طرح اللہ اپنے احکام تمہارے لیے واضح کرتا ہے شاید کہ تم شکر ادا کرو۔"

اسلام میں صدقاتِ واجبہ کی چند دیگر اقسام میں عُشر[10]، فطر[11] اور مَہر[12] بھی شامل ہیں۔ اسلام میں صدقاتِ واجبہ کے ساتھ ساتھ صدقاتِ نافلہ کا تصور بھی اجاگر کیا گیا ہے۔ صدقاتِ نافلہ کو صدقہ تطوع بھی کہا جاتا ہے۔ اُردو میں اس کے لیے خیرات کی اصطلاح بھی رائج ہے۔ اس سے مراد ہے رضائے الٰہی کے حصول کی خاطر اپنی ضرورت سے زائد مال غریبوں، مسکینوں، محتاجوں اور فقیروں پر خرچ کرنا اور یہ خرچ صدقاتِ واجبہ کے علاوہ ہو۔[13]

حدیث میں صدقاتِ نافلہ کی ایک قسم مسکین کو کھانا کھلانا قرار دی گئی ہے۔ اس معاملہ میں مذاہب کی تخصیص نہیں کی گئی۔ دنیا میں مسلم اور غیر مسلم غرباء اور مساکین کی کثیر تعداد اس امر کی متقاضی ہے کہ ان کو بنیادی ضروریاتِ زندگی فراہم کی جائیں اور بیشتر تعداد ایسے افراد کی ہے جن کے لیے خوراک کا حصول بھی ممکن نہیں، ایسے افراد کی ضروریاتِ زندگی کی تکمیل کرنا اور انہیں کھانا کھلانا صدقہ کے ضمن میں شمار ہوتا ہے۔ قرآن وحدیث میں بیشتر مقامات پر مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب دی گئی ہے۔ اسلام میں صدقاتِ نافلہ کو وسعت پذیری بخشتے ہوئے صدقہ وخیرات کی اصطلاح کو محض غرباء اور مساکین تک ہی محدود رکھنے کی بجائے اہل وعیال اور رشتہ داروں پر خرچ کو بھی صدقات وخیرات کے زمرہ میں شمار کیا گیا ہے۔ بعض مقامات پر رشتہ داروں پر خرچ کرنے کو افضل قرار دیا گیا ہے کیونکہ وہ قرابت داری کے موجب زیادہ حق رکھتے ہیں۔[14]

حدیث کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ اسلام میں صدقاتِ نافلہ کی ایک قسم جانوروں کی ضروریات کی تکمیل بھی قرار دی گئی ہے۔[15] اس طرح سے صدقات وخیرات کے تصور کو وسعت سے روشناس کروایا گیا ہے اور اس

---

[10] مسلم بن حجاج، الجامع الصحیح، **کتاب الزکٰوۃ**، باب 1: ما فیه العشر او نصف العشر، (ریاض: دارالسلام، اپریل **۲۰۰۰ء**)، حدیث: ۲۲۷۲

[11] ایضاً، **کتاب الزکٰوۃ**، باب ۲ :لا زکاۃ علی المسلم فی عبده و فرسه، حدیث: ۲۲۷۶

[12] النساء: ۴

[13] طاہر القادری، **زکٰوۃ اور صدقات**، ۱۵۵

[14] الروم: ۳۸

[15] مسلم، الجامع الصحیح، **کتاب الزکٰوۃ**، باب ۱۲، فضل النفقة علی العیال والمملوك، واثم من ضیعهم او حبس نفقتهم عنهم، حدیث: ۲۳۱۰

عمل کو انسانوں کے لیے آسان بنا دیا گیا ہے۔ اسلام میں صدقاتِ نافلہ کی ایک قسم قرضِ حَسنہ کے نام سے مستعمل ہے۔ قرضِ حَسنہ سے مراد ایسا قرض ہے جو واپسی کی اُمید کے بغیر دیا جائے اور نہ ہی اُس کی واپسی کا تقاضا کیا جائے۔ اگر مقروض مقدور ہو تو وہ قرض ادا کر دے اور اگر مقروض ادائیگی کی قدرت نہیں رکھتا ہو تو ادا نہ کرے۔ یہ امر باہمی اخوت اور اتحاد و یگانگت کے فروغ کا موجب ہے، اس سے باہمی رواداری اور محبت و شفقت کے جذبات فروغ پاتے ہیں۔ اسلام میں صدقاتِ نافلہ کے مفہوم کو وسعت پذیر کرتے ہوئے ہر نیک کام کو صدقہ قرار دیا گیا ہے۔ نیک اعمال فلاح کے ضامن ہوتے ہیں اور یہ اعمال بحیثیت مجموعی انسانیت کے لیے سود مند اور نفع بخش ہوتے ہیں۔ اسی لیے اسلام نے نیک اعمال کو فروغ دینے کی کاوش کی ہے اور ان کی انجام دہی کو یقینی بنانے کے لیے طریقہ ترغیب کو اپنایا ہے۔

اسی ضمن میں حدیث میں وارد ہے:

كُلُّ سُلاَمَى مِنَ النَّاسِ عَلَيْهِ صَدَقَةٌ كُلَّ يَوْمٍ تَطْلُعُ فِيهِ الشَّمْسُ، يَعْدِلُ بَيْنَ الاِثْنَيْنِ صَدَقَةٌ، وَيُعِينُ الرَّجُلَ عَلَى دَابَّتِهِ، فَيَحْمِلُ عَلَيْهَا، أَوْ يَرْفَعُ عَلَيْهَا مَتَاعَهُ صَدَقَةٌ، وَالْكَلِمَةُ الطَّيِّبَةُ صَدَقَةٌ، وَكُلُّ خَطْوَةٍ يَخْطُوهَا إِلَى الصَّلاَةِ صَدَقَةٌ، وَيُمِيطُ الأَذَى عَنِ الطَّرِيقِ صَدَقَةٌ۔ [16]

"انسان کے ہر ایک جوڑ پر صدقہ لازم ہوتا ہے۔ ہر دن جس میں سورج طلوع ہوتا ہے۔ پھر اگر وہ انسانوں کے درمیان انصاف کرے تو یہ بھی ایک صدقہ ہے اور کسی کو سواری کے معاملے میں اگر مدد پہنچائے، اس طرح کہ اسے اس پر سوار کرائے یا اس کا سامان اٹھا کر رکھ دے تو یہ بھی ایک صدقہ ہے اور اچھی بات منہ سے نکالنا بھی ایک صدقہ ہے اور ہر قدم جو نماز کے لیے اٹھتا ہے وہ بھی صدقہ ہے اور اگر کوئی راستے سے کسی تکلیف دینے والی چیز کو ہٹا دے تو وہ بھی ایک صدقہ ہے۔"

اسلام میں صدقاتِ نافلہ کو محض امراء تک ہی محدود رکھنے کی بجائے غرباء کو بھی اس سے مستفید ہونے کا موقع دیا گیا ہے۔ اس لیے صدقہ وخیرات کو محض مالی عبادت تک ہی مختص کرنے کی بجائے اخلاقی اعمال کو بھی صدقات وخیرات کے ضمن میں شمار کیا گیا ہے۔ حدیث کی رو سے اسلام میں صدقاتِ نافلہ کے ضمن میں ایک قسم نفع بخش علم

16 بخاری، الجامع الصحیح، **کتاب الجهاد والسیر**، باب ۱۲۸، مَنْ اَخَذَ بالرِّکابِ ونَحْوِهِ، حدیث: **۲۹۸۹**

بھی بیان ہوئی ہے اور اسے صدقہ جاریہ میں شمار کیا گیا ہے۔[17] اسلامی تعلیمات کی رو سے الاضحیہ [18] (قربانی میں رشتہ داروں اور فقراء کا متعین شدہ حصہ) کا شمار بھی صدقاتِ نافلہ میں ہوتا ہے۔

اسلامی نظامِ معیشت میں صدقات کی ضرورت واہمیت کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے اسے ایک باقاعدہ معاشی نظام کی شکل دے دی گئی۔ خیرات و صدقات کی اہمیت کے پیشِ نظر ان کی ادائیگی کو یقینی بنانے کے لیے طریقہ ترغیب اپنایا گیا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

خُذۡ مِنۡ أَمۡوَالِهِمۡ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمۡ وَتُزَكِّيهِم بِهَا وَصَلِّ عَلَيۡهِمۡ إِنَّ صَلَاتَكَ سَكَنٌ لَّهُمۡ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ [19]

"اے نبی ﷺ، تم ان کے اموال میں سے صدقہ لے کر انہیں پاک کرو اور (نیکی کی راہ میں) انہیں بڑھاؤ، اور ان کے حق میں دعائے رحمت کرو کیونکہ تمہاری دُعا ان کے لیے وجہ تسکین ہوگی، اللہ سب کچھ سُنتا اور جانتا ہے۔"

اسلام نے صدقات کو ریاکاری سے بچانے کا حکم دیا ہے اسلامی تعلیمات کی رو سے نیت کو خصوصی اہمیت حاصل ہے اور اعمال کا دارومدار نیت پر قرار دیا گیا ہے۔ ایسے صدقات کا دنیا و آخرت میں کوئی فائدہ نہیں ہے جو دکھاوے کی خاطر دیے گئے ہوں۔[20] بلکہ دوسروں کو دکھا کر دیے جانے والے صدقات انسان کو ہدایت کے راستے سے متزلزل کر دیتے ہیں اور گمراہی کا موجب بنتے ہیں۔ حدیث کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں زکوٰۃ کی شرائط وضوابط سے مکمل طور پر آگاہی دی گئی ہے اور اس کا مختلف اجناس کے اعتبار سے واضح نصاب بھی طے کر دیا گیا ہے۔ انسان کی سہولت کو مد نظر رکھتے ہوئے اُسے یہ اختیار دیا گیا کہ وہ صدقات اور زکوٰۃ کی ادائیگی جنس کی صورت میں بھی کرنے کا اختیار رکھتا ہے۔

---

[17] مسلم، الجامع الصحیح، **کتاب الوصیۃ**، باب ۳، ما یلحق الانسان من الثواب بعد وفاته، لحدیث: ۴۲۲۳

[18] الحج: ۲۸

[19] التوبہ: ۱۰۳

[20] بخاری، الجامع الصحیح، **کتاب الزکاۃ**، باب ۱۶، الصَّدَقَةِ بِالیَمِینِ، ۲۳۰، حدیث: ۱۴۲۳

بیسویں صدی کے اسلامی اسکالر، مفکر اور مصنف ابوالحسن علی ندوی(۱۹۹۹-۱۹۱۴) کے بقول:

اللہ تعالیٰ کی بڑی حکمت و رحمت تھی کہ اس نے ایسے متنوع، مختلف الحال معاشرہ کے لیے ایک ایسا واضح اور معین نصاب مقرر کر دیا جس کی مقدار و تعداد، اصول و شرائط اور علامات و نشانات سب پوری طرح واضح اور مقرر ہیں، یہ نصاب نہ اتنا زیادہ ہے کہ متوسط طبقہ اس کے بارے سے پریشان ہو جائے نہ اتنا کم کہ امراء اور دولتمند طبقہ اور اہلِ ہمت واہلِ خیر کی نگاہ سے گر جائے۔[21]

قرآن میں مصارفینِ زکوٰۃ بھی مقرر کیے گئے ہیں۔ مصارفِ زکوٰۃ سے مراد وہ ایسے تمام افراد ہیں جن کا شمار مستحقینِ زکوٰۃ میں ہوتا ہے اور جن کو زکوٰۃ و صدقات کی ادائیگی کرنا درست اور جائز قرار دیا گیا ہے۔ زکوٰۃ کی فرضیت سے قبل دنیا میں اس قدر جامع احکامات اور مفصل اصول و قوانین کا ذکر نہیں ملتا، اس طرح زکوٰۃ کو پہلے باقاعدہ معاشی نظام کا درجہ حاصل ہوا۔ مصارفینِ زکوٰۃ میں فقراء، مساکین، صدقات کے کام پر مامور افراد، تالیفِ قلب، قیدی، قرضدار، فی سبیل اللہ اور مسافر شامل ہیں۔[22]

قرآنی تعلیمات کی رو سے مانعینِ زکوٰۃ خارج از دائرہ اسلام قرار پاتے ہیں۔ اس امر کو واضح کر کے صدقات کی ترسیل کا ایک مربوط نظام قائم کرنے کی سعی کی گئی ہے۔ اسلامی تعلیمات میں صدقات و خیرات کی ادائیگی کے ضمن میں یہ تلقین کی گئی ہے کہ صدقات کی ادائیگی میں افراط و تفریط سے اجتناب کیا جائے۔ نہ تو اس قدر خرچ کیا جائے کہ بعد میں انسان تہی دامن رہ جائے اور نہ ہی ہاتھ بالکل بند ہو کہ معاشی نظام انسانیت کے گلے کا طوق بن جائے بلکہ صدقہ ایسے دیا جائے جو بعد میں پریشانی اور پچھتاوے کا موجب نہ بنے۔ اگر صدقہ کی ادائیگی کے بعد انسان مفلس ہو جائے تو یقینی طور پر یہ امکان موجود ہے کہ وہ ایسی تعلیمات سے منحرف ہی ہو گا۔ وراثت میں بھی محض ایک تہائی حصہ کی وصیت جائز ہے اور ایسا صدقہ پسندیدہ ہے جس کی ادائیگی کے بعد انسان مفلس نہ ہو۔ اس ضمن میں ایسی خیرات کو پسندیدہ قرار دیا گیا ہے جس

---

[21] ابوالحسن ندوی، علی حسنی، **ارکانِ اربعہ**، (لکھنؤ: مجلس تحقیقات و نظریات اسلام، ۱۹۷۹ء)، ۱۳۵۔

[22] التوبہ: ۶۰

کی ادائیگی کے بعد انسان مالدار ہی رہے۔[23] حدیث میں یہ اصول بھی متعین کر دیا گیا ہے کہ صدقات کی واپسی کا تقاضا کرنا اور صدقات میں دی گئی اشیاء کو خریدنا درست نہیں۔ [24]

قرآن کے مطالعہ سے پتا چلتا ہے کہ اسلام میں اس حقیقت کو بھی تسلیم کیا گیا ہے کہ فطری طور پر ہی انسان کے دل میں مال و جائیداد کی محبت موجود ہوتی ہے۔ صدقات وخیرات کی ترسیل کے نظام کو پیہم جاری رکھنے اورمال ومتاع کے لیے انسان کے دل میں موجود محبت کو اعتدال کی راہ پر گامزن کرنے کے لیے ہی اسلام نے اوجِ کمال کے حصول کی خاطر پسندیدہ اشیاء کو راہِ خدا میں صَرف کرنے کو افضل قرار دیا ہے۔[25] اس امر کو مشہور اسلامی مفکر و مصنف امام غزالی (۱۰۵۸-۱۱۱۱) نے یوں بیان کیا ہے:

واذ لم یکن المخرج من جید المال فھو من سوء الادب اذ قد یمسك الجید لنفسه او لعبده او لاھله فیکون قد آثر علی الله عزوجل غیره[26]

"اگر نکالا ہوا مال طیب اور پاکیزہ نہیں ہو گا تو یہ سوء ادبی ہو گی، اس لیے کہ دینے والے نے اپنے لیے یا اپنے غلام کے لیے یا اپنے اہل خانہ کے لیے تو بہترین مال رکھا ہے اور اللہ پر ان کو ترجیح دی ہے۔"

انسانی نفسیات کا تقاضا ہے کہ انعام واکرام کی صورت میں انسان کی کوشش وجد وجہد اور کامیابی ومنزل کے حصول کی لگن میں اضافہ ہوتا ہے۔ اس حقیقت کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے اسلام میں صدقات کی اہمیت کو بذریعہ ترغیب واضح کیا گیا ہے جس کی مدد سے ارتکازِ دولت کی نفی کے ساتھ ساتھ معاشرے میں اخلاقی اقدار کو فروغ بھی ملتا ہے۔ نبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے رشک صرف دو افراد پر جائز قرار دیا ہے ان میں سے ایک وہ شخص ہے جس کو اللہ نے مالِ کثیر سے نوازا ہو اور وہ دن رات اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہو۔[27] حدیث میں معاشرے میں خودداری، محنت پسندی اور کسبِ حلال جیسی اخلاقی اقدار کے فروغ کے لیے ایک جانب تو محنت

---

[23] بخاری، الجامع الصحیح، **کتاب النفقات** باب ۲: وَجُوبِ النّفَقَةِ علی الأهلِ والعِيالِ، حدیث: ۵۳۵۶

[24] ایضاً، **کتاب الزکاۃ**، باب ۵۹: هَلْ يَشْتَرِي صَدَقَتَهُ؟ وَلَا بَاسَ اَنْ يَشْتَرِي صَدَقَةَ غَيْرِهِ لَاَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم اِنَّما نَهَى الْمُتَصَدِّقَ خَاصَةَ عَنِ الشَّرَاءِ، وَلَمْ يَنْهَ غَيْرَهُ، حدیث: ۱۴۹۰

[25] آل عمران: ۹۲

[26] غزالی، محمد بن محمد، **احیاء علوم الدین**، (لبنان: دار ابن حزم، ۲۰۰۵ء)، ۲۵۸

[27] بخاری، الجامع الصحیح، **کتاب الزکاۃ**، باب ۵: اِنْفَاقِ المَالِ فِي حَقِّهِ، حدیث: ۱۴۰۹

کرنے والے کو اللہ کا دوست قرار دیا گیا ہے جبکہ دوسری جانب معاشی بہبود کے لیے افراد میں صدقات کے ذریعے افضلیت حاصل کرنے کے جذبہ کو بیدار کیا گیا ہے صدقات وخیرات کی فضیلت بیان کرتے ہوئے آپ ﷺ نے صدقہ دینے والے کو لینے والے سے افضل قرار دیا۔ اس طرح سے ارتکازِ دولت کے نظریہ کی نفی کرتے ہوئے دولت کو دولتمندوں میں محصور رکھنے کی حوصلہ شکنی کی گئی ہے۔ امراء کی نظر میں دولت کی جاہ و حشمت اور محبت وکشش کا خاتمہ کرنے کی کاوش کرتے ہوئے اس کی مدد سے جذبہ اخوت کو فروغ دیا گیا ہے اور امراء اور غرباء کے مابین موجود حدِ فاصل میں کمی واقع کی گئی ہے۔ اس صورت میں ایسا معاشی نظام تشکیل دیا گیا ہے جس کی بدولت معاشرہ کے تمام افراد کی معاشی فلاح ممکن ہے۔

افراد میں نیکی کے جذبہ کو فروغ دینے اور غرباء کے معاشی استحکام کی خاطر یہ کُلیہ وضع کیا گیا ہے کہ صدقہ کا ثواب محض صدقہ کرنے والے کو ہی حاصل نہیں ہوتا بلکہ اس کا دائرہ کار وسعت کا حامل ہے۔ اگر بیوی اپنے شوہر کے مال میں سے خرچ کرے تو اس کا ثواب بیوی اور شوہر دونوں کو ہوگا اگر بیوی کی نیت شوہر کے گھر میں فساد پیدا کرنے کی نہ ہو تو شوہر اور بیوی دونوں ثواب کے حقدار ہوں گے اور کسی کے اجر وثواب میں کمی نہ کی جائے گی کیونکہ بیوی نے صدقہ کا عمل انجام دیا اور شوہر کا مال تھا۔[28]

انسانی نفسیات کا تقاضا ہے کہ اگر ہدایت کے لیے کوئی نمونہ موجود ہو تو عمل کی تحریک پیدا ہوتی ہے۔ اسلامی تعلیمات میں صدقات کی اہمیت وفضیلت کو واضح کرنے کی خاطر حضور ﷺ کی زندگی کو نمونہ حیات کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ آپ ﷺ کا اسوہ حسنہ صدقہ وخیرات اور فراخدلی کے بے شمار ایسے واقعات سے بھرا پڑا ہے جو ارتکازِ دولت کی نفی کرتے ہیں اور معاشرے میں احساس، ہمدردی اور ایثار کو فروغ دینے کا موجب ہیں۔ آپ ﷺ مال کو جمع کرکے اور سینت سینت کر رکھنے کے مخالف تھے۔ حدیثِ مبارکہ ہے:

مَا يَسُرُّنِي أَنَّ لِي أُحُدًا ذَهَبًا تَأْتِي عَلَيَّ ثَالِثَةٌ وَعِنْدِي مِنْهُ دِينَارٌ إِلاَّ دِينَارٌ أُرْصِدُهُ لِدَيْنٍ عَلَيَّ[29]

"میرے لیے یہ چیز خوشی کا باعث نہیں کہ یہ احد پہاڑ میرے لیے سونا ہو جائے اور تین دن سے زائد میرے پاس ایک دینار بھی رہ جائے مگر وہ دینار کہ میں اپنے قرض خواہ کے لیے رکھ لوں۔"

---

[28] بخاری، الجامع الصحیح، **کتاب الزکاۃ**، باب ۱۷: مَنْ اَمَرَ خَادِمَهُ بِالصَّدَقَةِ وَلَمْ يُنَاوِلْ بِنَفْسِهِ، حدیث: ۱۴۲۵

[29] مسلم، الجامع الصحیح، **کتاب الزکاۃ**، باب ۸: تغليظ عقوبة من لا يؤدى الزكاة، حدیث: ۲۳۰۲

قرآن و حدیث میں معاشرے کی معاشی فلاح اور اخلاقیات کے عروج کی خاطر بذریعہ ترغیب و ترہیب صدقات کی ادائیگی کو یقینی بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔انفاق کرنے والے افراد کے لیے اندازِ تبشیر اور بخیل افراد کے لیے طریقہ انذار اختیار کیا گیا ہے۔ارتکازِ دولت کے خاتمہ کو یقینی بنانے کی خاطر گردشِ دولت کی تعلیمات کی تلقین کے ساتھ ساتھ حضور ﷺ کا اسوہ بطور نمونہ ہدایت پیش کیا گیا ہے۔اس امر کو یقینی بنانے کی کاوش کی گئی ہے کہ غرباءاور مساکین کی اعانت کا یقینی اور دائمی ذریعہ ہو۔

بیسویں صدی کے مسلم مفکر و مفسر سید مودودی (۱۹۷۹-۱۹۰۳) کے مطابق:

اسلام صرف اتنا ہی نہیں چاہتا کہ اجتماعی زندگی میں ہی معاشی دوڑ کھلی اور بے لاگ ہو، بلکہ یہ بھی چاہتا ہے کہ اس میدان میں دوڑنے والے ایک دوسرے کے لیے بے رحم اوربے درد نہ ہوں بلکہ ہم درداور مددگار ہوں۔وہ ایک طرف اپنی اخلاقی تعلیم سے لوگوں میں یہ ذہنیت پیدا کرتاہے کہ اپنے درماندہ اور پسماندہ بھائیوں کو سہارا دیں۔دوسری طرف وہ تقاضا کرتا ہے کہ سوسائٹی میں ایک مستقل ادارہ موجود رہے جو معذور اور بے وسیلہ لوگوں کی مدد کا ضامن ہو۔[30]

بائبل میں خیرات کی تعلیم:

قدیم سامی مذہب یہودیت کی تعلیمات میں صدقہ وخیرات کے لیے عبرانی اصطلاح، صدقہ ***tzedakah*** استعمال ہوئی ہے اور اسے انصاف کی عملی شکل مانا گیا ہے۔[31] تورات کے انگریزی ترجمے میں صدقہ و خیرات کے لیے انگریزی متبادلات Sacrifices, Ransom اور Tithes[32] استعمال کیے گئے ہیں۔

تورات میں اس حقیقت کو تسلیم کیا گیا ہے کہ غرباء کا خاتمہ ممکن نہیں، غرباء ہر وقت موجود رہیں گے۔اس حقیقت کو تسلیم کرنے کے ساتھ ساتھ یہ تلقین کی گئی ہے کہ غرباء کی اعانت کو یقینی بنایا جائے۔یہودیت میں صدقات و خیرات کے مصارفین کے ضمن میں غرباء، لاویوں، پردیسیوں، یتیموں اور بیواؤں کو شامل کیا گیا ہے۔[33] نیویارک کے United Hebrew Charities کے مینیجر ڈاکٹر لی کے فرینکل (Dr. Lee K. Frankel: 1867-1931)

[30] مودودی، سید ابوالاعلیٰ، **اسلامی نظام زندگی اور اس کے بنیادی تصورات**، (لاہور: اسلامک پبلیکیشنز، ۲۰۱۰ء)، ۳۱۱-۳۱۲

[31] Holy Bible, Proverbs 21: 21

[32] Exodus 30:12, Deuteronomy 12:11

[33] Deuteronomy 26: 12

کے مطابق تورات میں یتیموں اور بیواؤں کے ساتھ ساتھ پردیسیوں کا بھی تذکرہ ہے اور اُن سے محبت کی تلقین کی گئی ہے۔اسی لیے غرباء کی اعانت کی خاطر مختلف اصول وضوابط مقرر کیے گئے ہیں۔[34]

یہودیت میں صدقہ وخیرات کی ادائیگی کو مستقل نظام کی حیثیت دے دی گئی ہے۔ مذہبِ یہودیت میں صدقات وخیرات کی واجب اور نفل دونوں اقسام پائی جاتی ہیں۔ بعض صورتوں میں صدقات وخیرات کی ادائیگی ایک لازم امر قرار دی گئی ہے اوراس کی عدم ادائیگی کو سزا کا موجب قرار دیا گیاہے۔یہودیت میں صدقات کی بعض اقسام کو واجبہ میں شمار کیا گیاہے۔اس ضمن میں ہر تین سال بعد پیداوار کا دسواں حصہ غرباء اور مساکین پر خرچ کرنے کا حکم ملتا ہے۔اس طرح غرباء اور مساکین کے لیے خوراک کا انتظام ہو جاتا ہے۔تورات میں مذکور ہے:

At the end of three years thou shalt bring forth all the tithe of thine increase the same year, and shalt lay it up within thy gates: And the Levite, (because he hath no part nor inheritance with thee,) and the stranger, and the fatherless, and the widow, which are within thy gates, shall come, and shall eat and be satisfied; that the LORD thy God may bless thee in all the work of thine hand which thou doest.[35]

"ہر تین سال کے اختتام پر تیسرے سال کی پیداوار کی تمام دَہ یکیاں[36] لا کر تم اپنے شہر میں اکٹھی کر لینا۔تب لاوی[37] (جن کا اپنا کوئی حصہ یا میراث نہیں ہے) اور پردیسی، یتیم اور بیوائیں جو تمہارے شہروں میں بستی ہوں، آئیں اور کھا کر سیر ہوں تاکہ خداوند تمہارا خدا تمہارے ہاتھ کے سارے کاموں میں تمہیں برکت بخشے۔"

یہودیت میں صدقاتِ واجبہ کی ایک قسم ساتویں سال کھیتوں اور باغات کو ضرورت مند افراد کے لیے چھوڑ دینا بھی ہے۔ان سے پیداوار حاصل کرنے کی بجائے چھوڑ دینے کی تعلیمات ملتی ہیں تاکہ ضرورت مند افراد اور جانوروں کا ان سے استفادہ کرنا ممکن ہو۔[38] اسی طرح عہد نامہ قدیم میں باقاعدہ طور پر ہر سات سال بعد ایک سال مقرر کیا گیا ہے

---

[34] Frankel, Lee K. ''Jewish Charities.'' The Annals of the American Academy of Political and Social Science 21 (1903). Pagr-389, URL: http://www.jstor.org/stable/1010292

[35] Deuteronomy 14: 28-29

[36] پیداوار کا دسواں حصہ

[37] حضرت یعقوبؑ کے بیٹے لاوی کی نسل۔

[38] Exodus 23: 10-11

جو قرضوں کی معافی کا سال ہے اور اُس سال تمام قرض منسوخ کر دینے کے احکامات ملتے ہیں۔[39] اس حکم کو بھی صدقاتِ واجبہ کے ضمن میں شمار کیا گیا ہے جس سے پہلو تہی ناممکن ہے۔ یہودیت میں غرباء پروری کی ایک صورت عبرانی غلام کی آزادی بھی قرار دی گئی ہے۔ کتابِ خروج کے پہلے قانون میں ہی ساتویں سال عبرانی غلام کی آزادی کا حکم ملتا ہے اور اُسے خالی ہاتھ رخصت کرنے کی بجائے کچھ نہ کچھ دے کر رخصت کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ صدقات کی اس قسم سے بھی پہلو تہی ناممکن ہے اور یہ صدقاتِ واجبہ کے ضمن میں ہی شامل ہے۔[40]

تورات میں صدقاتِ نافلہ کا تصور بھی اجاگر کیا گیا ہے۔ اس ضمن میں سوختنی قربانیاں، ذبیحے، دَہ یکیاں اور نذرانے ادا کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ ان تمام اشیاء میں لاویوں کا حصہ مقرر کیا گیا ہے۔ تورات کی تعلیمات سے واضح ہوتا ہے کہ ان کا شمار ایسی اشیاء میں ہوتا ہے جن کا استعمال اپنی ذات کے لیے بھی جائز ہے اور ان میں لاویوں کو بھی شریک بنانا چاہیے۔

عہد نامہ قدیم میں صدقاتِ نافلہ کے مفہوم کو وسعت پذیری عطا کرتے ہوئے ان کی ایک قسم کسی کی بھوک اور پیاس کا خاتمہ کرنا بھی قرار دیا گیا ہے چاہے وہ آپ کا دشمن ہی کیوں نہ ہو۔ اس طرح صدقہ و خیرات کو محض مالی معاونت اور اجناس کی ادائیگی تک ہی محدود نہیں کیا گیا۔ بلکہ ایک طرح سے عام افراد کا بھی اس سے مستفید ہونا ممکن بنا دیا گیا ہے۔[41]

تورات میں صدقہ و خیرات کے ضمن میں قرض کو کلیدی اہمیت دی گئی ہے اور اسے ضرورت مند افراد کی ضروریات کی تکمیل کا بنیادی ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔ اس ضمن میں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ اگر کسی محتاج شخص کو قرض دیا جائے تو اُس سے احسن طریقہ سے پیش آیا جائے اور بُرا رویہ اختیار نہ کیا جائے۔ نہ ہی قرض پر سود لیا جائے۔[42] بائبل میں غرباء پر خرچ کیا جانے والا مال بالواسطہ طور پر خداوند کو دیا جانے والا قرض قرار دیا گیا ہے۔ اس طرح خیرات کی ادائیگی کو یقینی بنانے کی سعی کی گئی ہے۔[43] اس ضمن میں یہ تلقین بھی کی گئی ہے کہ راہِ خدا میں دی جانے والی چیز بہترین ہو۔ یہ تعلیم غرباء کی معاشی حالت میں بہتری کا سبب بنتی ہے۔

---

[39] Deuteronomy 15: 1-3
[40] Deuteronomy 15: 12-14
[41] Proverbs 25: 21-22
[42] Exodus22: 25
[43] Proverbs 19: 17

صدقات و خیرات کسی بھی معاشرے میں اخلاقیات کے فروغ کا موجب ہونے کے ساتھ ساتھ معاشی خوشحالی میں معاون ثابت ہوتے ہیں۔ صدقات و خیرات کی ترسیل کا باقاعدہ نظام موجود نہ ہو تو معاشی فلاح کا حصول ناممکن ٹھہرتا ہے۔ صدقات و خیرات کی ترسیل کا باقاعدہ اور مسلسل نظام معاشرے میں اخوت و مساوات جیسے جذبات کے فروغ میں معاون ہوتا ہے۔ صدقات و خیرات کی ادائیگی کا عمل نہ صرف انسانوں کی اخلاقی تربیت کا باعث بنتا ہے بلکہ معاشی و معاشرتی خوشحالی کو بھی جنم دیتا ہے۔

تورات کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ یہودیت میں غرباء پروری کو اہمیت دیتے ہوئے ایسے مفلس شخص سے نرم رویہ اختیار کرنے کی تلقین کی گئی ہے جو غربت کے باعث خود کو بیچ دے۔ ایسے شخص کو جوبلی کے سال آزاد کر دینے کا حکم ملتا ہے۔ اس سے غلاموں جیسا برتاؤ روا رکھنے کی ممانعت کرتے ہوئے نرم رویہ اپنانے کی تلقین کی گئی ہے۔ تورات میں درج ہے:

And if thy brother that dwelleth by thee be waxen poor, and be sold unto thee; thou shalt not compel him to serve as a bondservant.[44]

(اگر تمہارے درمیان تمہارا ایک ہم وطن مفلس ہو جائے اور اپنے آپ کو تمہارے ہاتھ بیچ دے تو اُس سے غلام کی مانند کام نہ لینا۔)

اس طرح ہمدردی اور ایثار کے جذبات فروغ پاتے ہیں اور انسانوں کے مابین محبت و شفقت کو فروغ ملتا ہے۔

کتابِ مقدس کے ماہر اور عبرانی اسکالر کرافرڈ ہوویل (Crawford Howell: 1836-1919) کے مطابق:

The Jewish moral code of the fifth century B. c.---Within the limits of the nation it recognized not only the administrative duties of honesty and justice but also the gentler virtues of kindness and love to the poor and distressed and to all one's brethren.[45]

"یہودیت کا پانچویں صدی قبل مسیح کا اخلاقی ضابطہ ---مملکت میں نہ صرف ایمانداری اور انصاف کی انتظامی ذمہ داری کی پہچان تھا بلکہ غرباء، پریشان حال اور تمام بھائیوں کے لیے ہمدردی اور محبت کے جذبات کا حامل تھا۔"

---

[44] Leviticus 25: 39

[45] Crawford Howell, *Judaism and Christianity*, (Boston: Little Brown and Company 1890), 292.

یہودیت میں صدقات وخیرات کی ادائیگی کا ایک مستقل سلسلہ قائم کرنے کی غرض سے غرباء کی اعانت کی ترغیب دی گئی ہے۔ زبور میں خدا کو یتیموں اور بیواؤں کا محافظ قرار دیا گیا ہے۔ اس طرح سے لوگوں کو یہ ترغیب دینے کی کاوش کی گئی ہے کہ وہ بھی ان کی مدد و اعانت میں خوشی محسوس کریں۔ معاشرے میں غرباء کے لیے صدقات کی ترسیل کے نظام کو مستقل کرنے کے لیے یہودیت میں یہ ترغیب دی گئی ہے کہ خداوند کی راہ میں زیادہ خرچ کرنے والے کو زیادہ ملے گا، اُس کے مال میں اضافہ ہو گا۔[46] اس طرح نیکی کے جذبہ کو فروغ دینے کی سعی کی گئی ہے اور معاشرے میں اخلاقِ حسنہ کی ترویج کو ممکن بنایا گیا ہے۔[47] زبور میں کمزور افراد کی مدد کی ترغیب دیتے ہوئے کمزور افراد کا خیال رکھنے پر خدا کی جانب سے مدد کا وعدہ کیا گیا ہے۔[48]

یہ ایک اٹل حقیقت ہے کہ فطرتِ انسانی کی رو سے جو شخص انعام کے لالچ میں کام نہ کرے وہ سزا کے خوف سے کام کر لیتا ہے۔ اس امر کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے معاشرے میں ہمدردی، احساس اور ایثار کے جذبات کے فروغ کی خاطر بائبل میں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ غریب کی آہ و بکا کو نظر انداز کرنا درست نہیں۔ یہ امر خدا کے ہاں انتہائی ناپسندیدہ ہے۔ یہ خداوند کے غضب کا موجب ہے۔[49] عہد نامہ قدیم میں غرباء اور کمزور افراد پر ظلم کرنے کو انتہائی ناپسند امر قرار دیا گیا ہے۔ یہ نظریہ پیش کیا گیا ہے کہ ایسا فعل انجام دینے والا خداوند کی شدید ناراضگی کا سامنا کرتا ہے اور خدا کے قہر کو دعوت دیتا ہے۔[50]

یہودیت میں صدقات وخیرات کی اہمیت کے پیشِ نظر بعض اقسام کو واجب قرار دیا گیا ہے اور بعض کو شخصی صوابدید پر موقوف کیا گیا ہے۔ کچھ تو معاشرے کی فلاح میں مددگار ہیں جبکہ کچھ افراد کی اعانت میں معاون ہیں۔ صدقات وخیرات کو ذاتی صوابدید پر ہی موقوف کرنے کی بجائے ان کی ادائیگی کو یقینی بنانے کے لیے مخصوص مدت بعد پیداوار میں غرباء، مساکین، یتامیٰ، بیواؤں اور لاویوں کا حصہ مقرر کیا گیا۔ قربانی کی کچھ اقسام کو بھی اس ضمن میں شامل کیا گیا ہے۔ اس عمل کی اہمیت کے پیش نظر عام آدمی کے لیے بھی پانی پلانے اور کھانا کھلانے جیسے عمل کو ثواب کا موجب قرار دیا گیا۔

[46] Proverbs 22: 9
[47] Psalms 68: 5
[48] Psalms 41: 1
[49] Proverbs 28: 27
[50] Exodus 22: 22-24

یہودیت میں صدقات وخیرات کی ادائیگی کے ضمن میں مختلف اصول وضوابط مقرر کیے گئے ہیں۔اس کی محض تاکید ہی نہیں کی گئی بلکہ اس کی ادائیگی سے متعلقہ ہدایات بھی فراہم کردی گئی ہیں۔مصارف کے تعین کے ساتھ ساتھ صدقات وخیرات کو دیے جانے والے قرض سے تشبیہ دی گئی ہے۔غرباء کی اعانت میں بہتری لانے کی خاطر خدا کی راہ میں بہترین مال دینے کی تلقین کی گئی ہے۔خداوند کی طرف سے مسکین کی مدد کا اعلان کیا گیا ہے اور صدقات وخیرات کرنے والوں کے لیے اجرواکرام کا وعدہ کیا گیا ہے۔یہودیت میں صدقات وخیرات کے احکام معاشرے میں غرباء کی اعانت کا موجب بنتے ہیں اور معاشی فلاح میں مدو معاون ہوتے ہیں۔دَہ یکیوں کی ادائیگی کو ضروری قرار دیا گیا ہے اور مفلس افراد کی اعانت کی خاطر انہیں کھانا جائز قرار دیا گیا ہے۔[51]مفلس اور نادار افراد کو خداوند کے ہاں اہم قرار دیتے ہوئے ان کی اعانت پر زور دیا گیا ہے۔اس طرح نہ صرف معاشی خوشحالی جنم لیتی ہے بلکہ معاشرتی طور پر بھی مثبت اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

مسیحیت میں اس کے لیے یونانی زبان کی اصطلاح اگیپ (agape) مستعمل ہے اور صدقہ و خیرات کو انسانیت کے لیے محبت کا باعث قرار دیا گیا ہے۔[52] یونانی اصطلاح اگیپ کا انگریزی میں کا ترجمہ بعض مقامات پرCharityاور بعض پرLoveکیا گیا ہے،یعنی صدقہ وخیرات کو محبت کے جذبہ سے تشبیہ دی گئی ہے۔مسیحیت میں صدقہ محض خیرات دینے کا عمل نہیں ہے بلکہ انسانیت کے لیے خداوند کی محبت اور فراخدلی اس امر کو ابھارتی ہے کہ بدلے میں انسان بھی انسانیت کے لیے محبت اور فراخدلی کے جذبات اختیار کرے۔اسے خدااور انسان کے مابین محبت کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے جس کے نتیجہ میں دیگر انسانوں کے لیے انسان کی محبت جنم لیتی ہے۔

انجیل مقدس کی تعلیمات سے واضح ہوتا ہے کہ مسیحیت میں تمام اموال کی ملکیت کو خدا کی جانب منسوب کیا گیا ہے۔حقیقتاًہر شے کا حقیقی مالک خدا ہی ہے اورانسان کو محض نائب اور نگران کی سی حیثیت حاصل ہے۔اس کے ساتھ ہی یہ تعلیم دے دی گئی کہ انسان کو چاہیے کہ خدا کے عطا کردہ مال کو خدا کی راہ میں ہی خرچ کرے۔[53] بیسویں صدی کے مسیحی پادری اور مصنف جان ہوگو(John J Hugo: 1911-1985) کے مطابق انسان کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ مال ودولت کو روک کر رکھے کیونکہ اقتدار خدا کا ہے اور انسان کو محض مال کے منتظم اور نگران کی سی حیثیت حاصل ہے۔[54]

---

[51] Talmud, Ma'aser Sheni, Chapter 2, Mishnah 1
[52] John 3: 16
[53] 2 Corinthians 9: 8-9
[54] John J. Hugo, *Applied Christianity*, (New York: Francis J. Spellman, 1944), 183-184.

مسیحیت میں معاشی و معاشرتی فلاح کے حصول کی خاطر خیرات و صدقات کی ادائیگی کو یقینی بنانے کی تعلیمات فراہم کی گئی ہیں۔ اس سلسلہ میں صدقاتِ واجبہ و نافلہ دونوں کا تصور اجاگر کیا گیا ہے۔ مسیحیت میں صدقہ وخیرات کی مختلف اقسام اور صورتیں ہیں، جن میں سے بعض تو واجب کی حیثیت رکھتی ہیں اور بعض کو انسانی صوابدید پر موقوف کیا گیا ہے۔ صدقاتِ واجبہ کے ضمن میں عہد نامہ جدید میں پیداوار کا دسواں حصہ خدا کے نام پر دینے کا حکم ملتا ہے۔ انسان کو جو بھی پیداوار حاصل ہو اس کا دسواں حصہ راہ خدا میں خرچ کیا جائے، اس کی ادائیگی ضروری اور لازمی امر ہے۔ نہ صرف پیداوار کا دسواں حصہ خدا کے نام پر دیا جائے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ رحمدلی کو بھی اپنایا جائے۔

انجیل مقدس میں ارشاد ہے:

Woe unto you, scribes and Pharisees, hypocrites! for ye pay tithe of mint and anise and cummin, and have omitted the weightier matters of the law, judgment, mercy, and faith: these ought ye to have done, and not to leave the other undone.[55]

"اے شریعت کے عالمو اور فریسیو! اے ریاکارو! تم پر افسوس، کیونکہ تم پودینہ، سونف اور زیرہ کا دسواں حصہ تو خدا کے نام پر دیتے ہو لیکن شریعت کی زیادہ وزنی باتوں یعنی انصاف، رحمدلی اور ایمان کو فراموش کر بیٹھے ہو۔ تمہیں لازم تھا کہ یہ بھی کرتے اور وہ بھی نہ چھوڑتے۔"

مسیحیت میں صدقاتِ نافلہ کا تصور بھی اجاگر کیا گیا ہے۔ مسیحی تعلیمات کے مطابق قرض معاف کرنے کے عمل کو بھی صدقہ وخیرات کے ضمن میں شمار کیا گیا ہے اور اسے شخصی صوابدید پر موقوف کیا گیا ہے۔ مسیحیت میں قرض کی ادائیگی ایک مستحسن عمل ہے اور بائبل میں یہ اصول مرتب کیا گیا ہے کہ قرض واپسی کی امید پر نہیں دیا جائے۔ اس کی بدولت خدا کا قرب ایک ممکن امر قرار دیا گیا ہے۔[56]

مسیحیت میں صدقاتِ نافلہ کی ایک اور قسم پیاسوں کو پانی پلانا بھی بیان کی گئی ہے۔[57] پانی پلانے جیسی نیکی کو بھی صدقہ وخیرات کے ضمن میں شمار کرنے سے صدقہ وخیرات کا عمل نہ صرف وسعت پذیر ہوتا ہے بلکہ ہر انسان کے لیے قابلِ عمل بھی ہو جاتا ہے۔ عیسائیت میں صدقاتِ نافلہ کی ایک اور قسم کے ضمن میں غریب اور ضرورت مند افراد

---

[55] Matthew 23: 23
[56] Luke 6: 35
[57] Matthew 10: 42

کو کھانا کھلانے کے عمل کو بھی شامل کیا گیا ہے جس کا اجر آخرت میں ملنا یقینی ہے اور اس بات کی تلقین کی گئی ہے کہ یہ امر یقینی بنانے کی کوشش کی جائے کہ ایسے افراد کو کھانا کھلایا جائے جن کے لیے بدلہ چُکانا ممکن نہیں ہو۔

عہد نامہ جدید میں اس امر کو یوں بیان کیا گیا ہے:

When thou makest a dinner or a supper, call not thy friends, nor thy brethren, neither thy kinsmen, nor thy rich neighbours; lest they also bid thee again, and a recompence be made thee. But when thou makest a feast, call the poor, the maimed, the lame, the blind: And thou shalt be blessed; for they cannot recompense thee: for thou shalt be recompensed at the resurrection of the just.[58]

”جب تو دوپہر کا یا رات کا کھانا پکوائے تو اپنے دوستوں یا بھائیوں یا امیر رشتہ داروں کو نہ بُلا کیونکہ وہ بھی تجھے بُلا کر تیرا احسان چکا سکتے ہیں۔ بلکہ جب تو ضیافت کرے تو غریبوں ٹُنڈوں، لنگڑوں اور اندھوں کو بُلا اور تو برکت پائے گا کیونکہ ان کے پاس کچھ نہیں ہے جس سے وہ تیرا احسان چُکا سکیں۔ تجھے اس احسان کا بدلہ راستبازوں کی قیامت کے دن ملے گا۔“

انجیل مقدس میں محض مالی معاونت کو ہی صدقہ و خیرات کے ضمن میں شمار نہیں کیا گیا بلکہ اس عمل کو وسعت سے روشناس کرایا گیا ہے۔ ایثار و قربانی کو بھی صدقہ و خیرات کے ضمن میں شمار کیا جاتا ہے۔ بھوکے کو کھانا کھلانا، پیاسے کو پانی پلانا، پردیسی کو گھر میں جگہ دینا، ننگے کو کپڑے پہنانا، بیمار کی دیکھ بھال کرنا اور قیدی سے ملاقات کرنا بھی صدقہ و خیرات کے ضمن میں شمار کیا گیا ہے۔ ان سب امور کا شمار ضرورت مند افراد کی ضروریات کو پورا کرنے میں ہوتا ہے اس لیے صدقہ و خیرات کے مفہوم اور دائرہ کار کو وسعت پذیری بخشتے ہوئے عام افراد کا بھی اس عمل سے مستفید ہونا ممکن قرار دیا گیا ہے۔[59] کسی کو قرض دینا بھی اجر و اکرام کا سبب قرار دیا گیا ہے اور اسے کسی مخصوص فرقے یا طبقے تک مقید نہیں کیا گیا۔ انجیل مقدس میں واضح کردہ صدقہ و خیرات کی اقسام اس اہم ترین عمل کو طبقاتی کشمکش کا شکار ہونے سے بچانے میں مدد و معاون ہیں اور یہ عمل آسان کرتے ہوئے غرباء کے لیے بھی قابلِ عمل بنا دیا گیا ہے۔

[58] Luke 14: 12-14
[59] Matthew 25: 31-46

امریکی مفکر و مصنف ہگ بلیک(Hugh Black: 1868-1953)کے مطابق:

We think this applies only to the very wealthy! Not at all. It is the Christian doctrine of all possessions. Whether we will or no we are all living in a fellowship of giving and receiving.[60]

"ہم سمجھتے ہیں کہ اس کا اطلاق محض امراء پر ہوتا ہے۔ لیکن ایسا ہرگز نہیں ہے۔ عیسائیت کا یہ نقطہ نگاہ تمام اموال کے لیے ہے۔ چاہے ہم لین دین کے تعلق سے وابسطہ نہ بھی ہوں۔"

عہد نامہ جدید کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عیسائیت میں صدقہ و خیرات جیسے مذہبی فریضہ کی ادائیگی میں ریاکاری سے اجتناب کی تاکید کی گئی ہے۔ عیسائیت میں ریاکاری کے عنصر کی حامل خیرات کو ضائع قرار دیتے ہوئے یہ تلقین کی گئی ہے کہ صدقات و خیرات کا عمل اس حد تک مخفی رکھا جائے کہ دائیں ہاتھ سے ادا کیے ہوئے کی خبر بائیں ہاتھ کو نہ ہو۔[61] انجیل میں نہ صرف ریاکاری کی مذمت و ممانعت کی گئی ہے بلکہ یہ امر بھی بیان کیا گیا ہے کہ غرور سے گریز کیا جائے۔ اپنی نیکی کو عظیم اور دوسروں کی نیکی کو حقیر نہ سمجھا جائے، عاجزی ہی اصل کامیابی ہے۔ لوقا ۱۸: ۱۴-۹ میں اس ضمن میں ایک واقعہ بیان ہوا ہے۔

حضرت عیسیٰؑ نے صدقات و خیرات کے ضمن میں یہ اصول بھی مرتب کیا ہے کہ صدقات و خیرات کو محصول سے الگ سمجھا جائے۔[62] کیونکہ یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ حکومت کے لیے تمام غرباء کی کفالت کرنا ممکن نہیں ہوتا اس لیے معاشی طور پر مستحکم افراد کو یہ تلقین کی گئی ہے کہ ضرورت مند افراد کی ضروریات کی تکمیل میں معاونت کریں۔ اگر صدقات و خیرات اور محصول کو ایک ہی شمار کیا جائے تو غرباء اور مساکین محروم رہ جائیں گے۔

انجیل مقدس کی تعلیمات واضح کرتی ہیں کہ اپنی جمع پونجی کو راہِ خدا میں خرچ کرنا زیادہ افضل امر ہے۔ کیونکہ امراء اگر زرِ کثیر بھی نیکی کے کام میں صَرف کریں تو وہ اپنے مال کا کچھ حصہ ہی نیک کام میں استعمال کرتے ہیں۔ اس کے برعکس غریب افراد اگر راہِ خدا میں قلیل ترین رقم بھی استعمال کریں تو یہ عمل زیادہ پسندیدہ

[60] Hugh Black, *According to my Gospel*, (New York: Fleming H. Revell Company, 1913), 173-174.
[61] Matthew 6: 1-4
[62] Matthew 22: 21

ہے کیونکہ اُن کا قلیل ہی اُن کا سب کچھ ہوتا ہے۔ ایک مرتبہ یسوع نے ہیکل میں اپنے شاگردوں سے کہا کہ غریب بیوہ کا دیا گیا کم نذرانہ بھی زیادہ کی حیثیت رکھتا ہے۔[63]

بائبل میں صدقات و خیرات کی ادائیگی کو یقینی بنانے کے ضمن میں ترغیب سے کام لیا گیا ہے اور یہ کہا گیا ہے کہ راہِ خدا میں زیادہ صَرف کرنے والوں کو خدا کے ہاں بہترین اور زیادہ اجر ملے گا جبکہ کم خرچ کرنے والوں کو خدا کے ہاں بھی کم اجر ملے گا۔[64] اس طرح گردشِ دولت کا مربوط نظام قائم کرنے میں مدد ملتی ہے۔ بائبل کی تعلیمات سے معلوم ہوتا ہے کہ عیسائیت میں ارتکازِ دولت سے گریز کی تعلیم دی گئی ہے۔ یہ امر بیان کیا گیا ہے کہ ضروری نہیں جمع شدہ مال اپنے کام بھی آئے لہذا اسے زندگی میں ہی راہِ خدا میں غرباء، مساکین اور ضرورت مند افراد پر صَرف کرنا ضروری ہے۔[65]

صدقات و خیرات کسی بھی معاشرے میں معاشی استحکام کا باعث بنتے ہیں اور داخلی انتشار کا خاتمہ کرتے ہیں۔ معاشی خوشحالی نہ صرف معاشرے میں اخلاقی اقدار کو فروغ دینے میں معاون ہے بلکہ مختلف قسم کے جرائم کی روک تھام میں بھی اس کا کلیدی کردار ہے۔ عیسائیت میں صدقہ و خیرات کی اہمیت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اسے ایک دائمی امر سے تشبیہ دی گئی ہے اور اسے مخصوص حالات و واقعات یا مخصوص زمانہ میں قید نہیں کیا گیا، تاکہ معاشرہ معاشی طور پر مستحکم ہو۔ صدقات و خیرات کے تسلسل کو برقرار رکھنے کی خاطر یہ حقیقت تسلیم کی گئی ہے کہ غرباء کا خاتمہ ممکن نہیں لیکن ہر زمانہ میں غرباء، مساکین اور ضرورت مند افراد کی مدد کا لامتناہی سلسلہ جاری رہنا چاہیے۔[66] اسی لیے مال و دولت کو خدائی بادشاہت کے حصول کی خاطر غرباء و مساکین پر خرچ کرنے کی تعلیمات ملتی ہیں تاکہ کامیابی کا حصول ممکن ہو سکے۔

جان ہوگو کے مطابق:

The Folly of the Cross teaches us to sow earthly goods in order to reap those that are heavenly. For this reason we should sow money, that is, die to it ourselves by giving it to the poor.[67]

[63] Mark 12: 43-44
[64] 2 Corinthians 9: 6-7
[65] Luke 12: 15-21
[66] Mark 14: 7
[67] Hugo, *Applied Christianity*, 184.

''صلیب کا اصول ہمیں یہ سکھاتا ہے کہ آسمانی بادشاہت کے حصول کی خاطر زمینی اشیاء بیچی جائیں۔ اس مقصد کے حصول کی خاطر ہمیں رقم بونا چاہیے، اس کی صورت یہ ہے کہ غرباء کو دے کر اپنے پاس سے اسے ختم کرنا۔''

صدقات و خیرات کسی بھی معاشرے کے معاشی نظام میں بنیاد کی حیثیت رکھتے ہیں۔عیسائیت میں صدقات وخیرات کی ضرورت واہمیت کے پیشِ نظر ضرورت مند افراد کی ضروریات کو پورا کرنے کو خداوند کی ضروریات کی تکمیل سے تشبیہ دی گئی ہے۔[68]عیسائیت میں ارتکازِ دولت کے نظریہ کی نفی کی گئی ہے اور صدقات و خیرات کی ترسیل کا عمل جاری رکھنے کی خاطر تلقین کی گئی ہے کہ نہ صرف یہ کہ بھیک مانگنے والے کو دیا جائے بلکہ اگر کوئی قرض کا خواستگار ہو تو اُسے بھی انکار نہیں کیا جائے تاکہ ہر ممکن حد تک ضرورت مند افراد کی ضروریات کی تکمیل ممکن ہو سکے۔[69]اس صورت میں معاشرے میں جرائم کی روک تھام میں مدد ملتی ہے۔

اپنی پر آسائش زندگی کو دیگر افراد کی خاطر کٹھن اور دشوار زندگی میں تبدیل کرنا انتہائی دقت و دشواری کا موجب ہوتا ہے۔انجیل کے مطالعہ سے اخذ ہوتا ہے کہ پولس رسول نے اپنے خط میں یہ امر بیان کیا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ اگرچہ ایک امیر انسان تھے لیکن دوسرے غریب افراد کی خاطر اپنا سب مال صَرف کر ڈالا اور غربت کا شکار ہو گئے۔ انہیں اپنی غریبی کا قلق نہ تھا بلکہ غرباء کی مدد سے فرحت محسوس کرتے تھے۔یہ ایک عظیم فعل تھا اور حضرت عیسیٰؑ کی یہ قربانی ایک عظیم قربانی تھی اور اس کا مقصد ریاکاری اور دکھاوا نہیں بلکہ غرباء اور ضرورت مند افراد کی ضروریات کی تکمیل کا فریضہ سر انجام دینا تھا کیونکہ اس امر کا اظہار انہوں نے نہیں کیا بلکہ ان کے شاگردوں نے اس قربانی کو یاد رکھا۔[70]

مسیحی مذہب کی مذہبی تعلیمات میں صدقہ وخیرات کو اعلیٰ مقام حاصل ہے۔بائبل کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ آسمانی بادشاہی کا حصول ہی عیسائیت میں کامیابی کی ضمانت ہے اور اس کا حصول آسان امر نہیں ہے۔ صدقہ و خیرات کی ادائیگی کا عمل آسمانی بادشاہت کے حصول میں مدد و معاون ہے۔اس ضمن میں حضرت عیسیٰؑ کی زندگی کو بطور نمونہ حیات پیش کیا گیا ہے، جنہوں نے اپنا تمام تر مال غرباء پر خرچ کر دیا اور غرباء کی خاطر خود غریب ہو گئے اور یہ امر ان

[68] Matthew 25: 31-45
[69] Matthew 5: 42
[70] 2 Corinthians 8: 9

کے لیے باعثِ سکون واطمینان تھا۔ مسیحؑ ابنِ مریم کی سیرت سے ضرور تمند افراد کی مدد کا جذبہ بیدار ہوتا ہے اور اس نیک عمل کی عیسائیت میں اہمیت اجاگر ہوتی ہے۔

ہندی مذاہب میں صدقہ وخیرات:

ہندومت میں خیرات کے لیے دان / دانہ کی اصطلاحات استعمال کی گئی ہیں۔[71] لفظ دان سنسکرت اور پالی زبان کا لفظ ہے جس کا انگریزی متبادل Charity (سخاوت) ہے۔ سب سے پہلے یہ لفظ ویدوں میں متعارف ہوا تھا۔ ہندومت میں دان کا اصطلاحی مفہوم اپنی ملکیت دوسرے کو دینا بیان ہوا ہے اور یہ ملکیت ایک سے زیادہ افراد کو دینا بھی جائز قرار دیا گیا ہے۔

امیری اور غریبی پر کسی شخص کا بھی اختیار نہیں ہوتا۔ یہ نظامِ قدرت ہے اور یہ کائنات روزِ اول سے ہی مختلف معاشی طبقات کی آماجگاہ بنی ہوئی ہے۔ اس حقیقت سے کسی طور چشم پوشی نہیں کی جاسکتی کہ ہر زمانہ اور ہر خطہ کے افراد مختلف معاشی حیثیتوں کے حامل رہے ہیں اور ہر معاشرہ میں جہاں امراء کا طبقہ موجود ہوتا ہے وہیں غرباء کی بھی ایک واضح تعداد موجود ہوتی ہے۔ اس حقیقت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ہندومت میں انسانوں کے معاشی طبقات میں فرق کو تسلیم کرتے ہوئے یہ امر بیان کیا گیا ہے کہ یہ فرق منجانب قدرت ہوتا ہے اور اس پر کسی کا اختیار نہیں ہوتا۔ رگ وید میں گردشِ دولت کے قیام کی خاطر یہ اصول مرتب کیا گیا ہے کہ امیری اور غریبی مستقل نہیں ہوسکتی اور یہ گاڑی کے پہیوں کی مانند گردش میں رہتی ہیں۔[72]

امیر اور غریب کے فرق کی حقیقت کو واضح کرنے کے ساتھ ساتھ ہندومت میں امراء کو یہ ترغیب دی گئی ہے کہ وہ خیرات کی ادائیگی کو اپنا وطیرہ بنالیں۔ جس کے باعث معاشی استحکام جنم لیتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ معاشرہ کے افراد میں بھی احساس اور ہمدردی کے جذبات پروان چڑھتے ہیں۔ اس ضمن میں خیرات کی اہمیت و فضیلت بیان کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ خیرات مال کے خاتمہ کا موجب نہیں ہے، اس سے مال میں اضافہ ہوتا ہے۔ اس امر کا اظہار بھی کیا گیا ہے کہ اُس امیر کی دولت کا خاتمہ نہیں ہوتا جو فراخدلانہ دیتا ہے۔ دوسری جانب جو امیر دیتا نہیں لوگ اُس سے ہمدردی نہیں رکھتے۔[73]

[71] The Vedas, Rig Veda, Book 10, Hymn 117, V 1-9
[72] Rig Veda, Book 10, Hymn 117, V 5
[73] Rig Veda, Book 10, Hymn 117, V 1

مشہور ہندوستانی ماہرِ معاشیات سنجے کمار اگروال Sanjay Kumar Agarwal کے مطابق ہندومت میں خیراتی اعمال کی بنیادی طور پر دو اقسام مقرر کی گئی ہیں اِشت (Isht) اور پورت (Poort)۔ اِشت سے مرادبنیادی طور پرمذہبی اعمال ہوتے ہیں جیسا کہ مہمان نوازی؛ایسے اعمال کا بدلہ آخرت میں ملتا ہے اور پورت ایسے اعمال ہوتے ہیں جو بنیادی طور پر خیراتی اعمال ہوں، جیسے سکول، تالاب، باغات، آرام گاہوں کی تعمیر۔ان کا فائدہ دنیا و آخرت دونوں میں حاصل ہوتا ہے۔

اس ضمن میں آپ رقمطراز ہیں:

Acts which are primarily religious in nature (*yagn*, *hom*, *tap*, hospitality etc.), and are turned inwards, are called *Isht*. The rewards of such acts are invisible in this life and will be enjoyed in paradise. Acts which are primarily charitable in nature (construction of public utilities, ponds, schools, rest houses, gardens, *ann-kshetra*, etc.) are called *poort*. The benefits of *poort* are visible in this life, and include attainment of *moksh*.[74]

"بنیادی طور پر جو اعمال اپنی قسم کے اعتبار سے مذہبی ہوتے ہیں(قربانی،-،-،مہمان نوازی وغیرہ)اور ان کا تعلق باطن سے ہو، اِشت کہلاتے ہیں۔ ایسے اعمال کا انعام اس دنیا میں غیر مرئی ہوتا ہے اور ان کا بدلہ آخرت میں ملتا ہے۔جو اعمال بنیادی طور پر اپنی قسم کے اعتبار سے خیراتی ہوتے ہیں(عوامی فلاح وبہبود کی خاطر کی جانے والی تعمیرات، تالاب، سکول، مسافر خانے، باغات،-وغیرہ)، پورت کہلاتے ہیں۔ پورت کے فوائد وثمرات اس زندگی میں بھی رویت پذیر ہوتے ہیں اور یہ نجات کے حصول میں بھی معاون ومددگار ثابت ہوتے ہیں۔"

ہندومت میں سب سے زیادہ سود مند خیرات کسی کو خوراک مہیا کرنا قرار دی گئی ہے اور پانی کی خیرات کا شمار بھی اعلیٰ خیراتوں میں کیا گیا ہے۔[75] ان دونوں کو زندگی کے تسلسل میں معاون قرار دیا گیا ہے۔ تین صدیاں قبل مسیح کے ہندومت کے اسکالر کوتلیہ چانکیہ (۳۷۰-۲۸۳ق م) Kautilya Chankya نے پانی کی ضرورت و اہمیت کے پیشِ نظر اپنی کتاب ارتھ شاستر میں زراعت کے لیے استعمال ہونے والے پانی کا راستہ روکنے والے یا اس کا غلط استعمال کرنے والے کے لیے میسر شدہ سزاؤں میں سے شدید ترین سزا متعین کی ہے۔[76] کسی کو خوراک دینا ان

---

[74] Sanjay Agarwal, *Daan and other Giving Traditions in India*, (New Dehli: Account Aid 2010), 22-23.

[75] The Puranas, Shiva Maha-Purana, Book 5: 5

[76] Kautilya Chankya, *Kautilya 's Arthashastra*, trans. R. Shamasastry, Book 3, Chapter 10, (Bangalore: Government Press, 1915), 245.

دان / انہ دانہ کہلاتا ہے [77] اور یہ اہم ترین مذہبی فریضہ ہے۔ اس کی اہمیت کے پیشِ نظر گھر سربراہ کو یہ تلقین کی جاتی ہے کہ وہ تب تک خوراک سے استفادہ حاصل نہیں کرے جب تک گھر کے دیگر افراد خوراک میں شریک نہ ہو جائیں۔ مقدس پُرانوں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندومت میں سب سے زیادہ پسندیدہ خیرات میں برہمنوں کو دیا جانے والا سونا، تِل، لڑکی، ملازم و ملازمہ، گھر، رَتھ (سواری)، سفید گائے اور خوراک شامل ہیں۔[78]

لوگوں کی ضروریات کا خیال رکھنا اور ان کی ضروریات کی تکمیل کرنا خدمتِ خلق کے امور میں شامل ہوتا ہے۔ خدمتِ خلق کا جذبہ معاشی خوشحالی کو دعوت دیتا ہے اور انسانوں کی بنیادی ضروریات کی تکمیل کا موجب بنتا ہے۔ جو شخص دوسروں کا احساس نہیں کرتا اور اپنی دولت کو دوسروں پر خرچ نہیں کرتا وہ معاشی زوال کا موجب بنتا ہے۔ اس پہلو کے پیشِ نظر مقدس ویدوں کی تعلیمات سے واضح ہوتا ہے کہ مقدس ویدوں میں معاشرے میں اخلاقی اقدار کے فروغ اور معاشی خوشحالی کے ارتقاء کی خاطر نہ صرف خیرات کرنے والے افراد کی افضلیت بیان کی گئی ہے بلکہ خیرات نہ کرنے والے افراد کو بھی وعید کے ذریعہ ڈرایا گیا ہے اور انہیں گنہگار اور روبہ زوال قرار دیا گیا ہے۔[79]

رفاہِ عامہ کے کاموں کا شمار ایسے امور میں ہوتا ہے جن کی بدولت معاشرہ میں موجود افراد کے مابین معاشی تفاوت کو کم سے کم کرنا ممکن قرار پاتا ہے۔ دوسروں کی بھلائی کا جذبہ اگر امراء میں پروان چڑھتا رہے تو وہ غرباء کی اعانت اور دستگیری کو اپنا شیوہ بنا لیتے ہیں اور تمام افراد کو سہولیات بہم پہنچانے کی سعی کرتے رہتے ہیں۔ یہ جذبہ معاشرہ کے نادار اور غریب افراد کو زندگی کی دوڑ میں حصہ لینے میں مدد دیتا ہے۔ درخت اُگانے اور کنویں اور نہریں جاری کرنے کے عمل کو بے شمار نیکیوں کے حصول میں ممد و معاون قرار دیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ گائے، زمین، علم اور ہر قابلِ فروخت چیز کو خیرات کے ضمن میں شمار کر کے ایسے اعمال کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ شیوامہا پُرانا میں درج ہے:

A man, who digs up wells and ponds for the benefit of people, acquires great virtues. Planting trees, especially which gives fruits or flowers are considered to give immeasurable virtues. Making donations of cow, land, knowledge and such objects that can be weighed are considered.[80]

---

77 Upanishad, Chandogya Upanishad, Ch 3, 9:1
78 Shiva Maha-Purana, Book 5: 5
79 Rig Veda, Book 10, Hymn 117, V 6
80 Shiva Maha-Purana, Book 5: 5

"ایسا آدمی جو لوگوں کو فائدہ دینے کے لیے کنویں اور نہریں کھودتا ہے عظیم نیکیاں حاصل کرتا ہے۔ درخت اور خصوصاً پھلدار یا پھولدار درخت اُگانا بے شمار نیکیوں کا موجب تصور کیے جاتے ہیں۔ گائے، زمین، علم اور قابلِ فروخت اشیاء کی خیرات بھی خیرات تصور کی جاتی ہے۔"

ہندومت میں افضل صدقات وہ قرار دیے گئے ہیں جو کہ برہمنوں کو ادا کیے جائیں۔ شودر کو صدقات کی ادائیگی درست نہیں۔ مہنگی اشیاء کی خیرات افضل تصور کی جاتی ہے اور ان پر زیادہ اجر و اکرام کا اعلان کیا گیا ہے۔ خوراک اور پانی کی خیرات کو پسندیدہ قرار دے کر ان کی ادائیگی کو یقینی بنانے کی تائید کی گئی ہے۔ علم کو بھی خیرات کی ایک قسم قرار دیا گیا ہے اور روزانہ کی بنیاد پر ضرورت مندوں کو اپنے مال کا کچھ حصہ دینے کی تعلیم دی گئی ہے۔ نیک نیتی سے دی گئی خیرات افضل ترین تصور ہوتی ہے اور خود غرضی اور بدلہ کی اُمید پر دی گئی خیرات کا درجہ سب سے کم رکھا گیا ہے۔

ہندومت میں معاشی نظام کے استحکام اور معاشی طبقات کے مابین توازن قائم کرنے کی خاطر خیرات کی اہمیت بیان کرتے ہوئے خیرات کی ادائیگی کو کامیابی کا موجب قرار دیا گیا ہے۔ سخی شخص کو کنجوس پر فوقیت دیتے ہوئے سخی کی کامیابی کا اعلان کیا گیا ہے۔ ارتھ شاستر میں یاتریوں، سنیاسیوں، بیماروں، بھوکوں، پیاسوں، تھکے ہارے مسافروں، مضافات سے آئے مسافروں، سخت سزا یافتہ مجرموں اور مفلسوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا فرض قرار دیا گیا ہے۔[81] ہندومت میں خیرات کے وصول کنندہ افراد میں برہمنوں کو بھی شامل کیا گیا ہے۔ اس ضمن میں ایک اصول یہ بھی مرتب کیا گیا ہے کہ خیرات برہمنوں کو دی جانی چاہیے اور ہر ایک اپنی استطاعت کے مطابق انہیں دے اور انہیں ہی حقیقی حقدار قرار دیا گیا ہے۔[82]

صدقات و خیرات معاشی نظام کے استحکام میں مددگار ہوتے ہیں اور معاشرے میں بھائی چارہ اور ہمدردی کو فروغ دیتے ہیں۔ ان کی پیہم ترسیل معاشرہ کو معاشی طور پر مستحکم بنانے کے ساتھ ساتھ اخوت و مساوات کے فروغ کا بھی باعث ہے۔ ہندومت میں خیرات کی اہمیت کے پیشِ نظر یہ اصول بھی مرتب کیا گیا ہے کہ جو شخص ضرورت مند افراد کی مدد نہیں کرتا اُس سے کنارہ کشی اختیار کر لی جائے۔ ایسے خود غرض دوست کو چھوڑ کر کسی اجنبی کو معاونت کے لیے تلاش کر لینا چاہیے۔

رِگ وید میں ارشاد ہے:

---

[81] Chankya, *Kautilya 's Arthashastra*, Book 3, Chapter 20, 284.
[82] Shiva Maha-Purana, Book 5: 5

No friend is he who to his friend and comrade who comes imploring food, will offer nothing. Let him depart-no home is that to rest in-, and rather seek a stranger to support him.[83]

”وہ دوست نہیں ہوتا جس کے دوست اور رفیق کو خوراک کی منت سماجت پر بھی کچھ نہ ملے۔ اُسے چھوڑ دو، وہ گھر آرام کے قابل نہیں اور ایسے دوست کی بجائے کوئی اجنبی مدد کو تلاش کرو۔“

خیرات کی باقاعدہ ترسیل معاشرے میں غرباء کی مدد میں معاون ہوتی ہے اور معاشی نظام کے استحکام کا موجب ہوتی ہے۔ معاشرے میں معاشی ترقی کے حصول کی خاطر بھگوت گیتا میں خیرات کی اہمیت وضرورت کے پیشِ نظر یہ اصول مرتب کیا گیا ہے کہ خیرات کسی لالچ کے بغیر دی جانی چاہیے۔ اسی صورت میں نجات کا حصول ممکن ہے۔[84] ہندومت میں خیرات کرنے والے افراد کو انعام واکرام کی ترغیب دی گئی ہے۔ تاکہ ان میں خیرات کی ادائیگی کا جذبہ بیدار ہو اور غرباء کی اعانت ممکن ہو سکے۔ ایسے افراد پر اِندرا دیوتا کو رحمدل قرار دیا گیا ہے۔[85] بھگوت گیتا میں معاشی خوشحالی کی خاطر خیرات کی اہمیت کے پیشِ نظر اس کی ادائیگی کو یقینی بنانے کے لیے خیرات دینے والوں کو یہ خوشخبری دی گئی ہے کہ وہ خدا کی ریاست کا حصہ ہوں گے۔

اس ضمن میں بھگوت گیتا کا اشلوک ہے:

Fearlessness, purity of heart, steadfastness in Yoga and knowledge, alms-giving, control of the senses, sacrifice---these belong to one born in a divine state.[86]

”بہادری، صدقِ دل، علم و عمل میں ثابت قدمی، خیرات کی ادائیگی، جذبات پر قابو، قربانی---یہ تمام اعمال خدائی ریاست میں پیدائش کا موجب ہیں۔“

سکھ مت میں صدقہ و خیرات کے لیے دان کی اصطلاح رائج ہے۔[87] سکھ مت میں دان سے مراد اپنی ضرورت سے زائد مال ایسے افراد پر خرچ کرنا ہے جو اپنی ضروریاتِ زندگی کی تکمیل سے قاصر ہوں۔

گرو گرنتھ میں امراء اور غرباء کے طبقات کی حقیقت کو تسلیم کیا گیا ہے۔ سکھ مت میں مال و دولت کی تقسیم کے سلسلہ میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ امیری اور غریبی کسی انسان کے ہاتھ میں نہیں بلکہ یہ اختیار خدا کو حاصل ہے کہ وہ

---

[83] Rig Veda, Book 10, Hymn 117, V 4
[84] Bhagvad Gita, Ch 17: 25
[85] Rig Veda, Book 6, Hymn 28, V 2
[86] Bhagvad Gita, Ch 16:1-3
[87] Siri Guru Granth Sahib, Page 1101, Line 20

جسے چاہے بادشاہ بنادے اور جسے چاہے گدا بنادے۔[88] امراء اور غرباء کے طبقات کی حقیقت کو تسلیم کرنے کے ساتھ ساتھ سکھ مت میں یہ امر بھی بیان کیا گیا ہے کہ مال و دولت کی تقسیم خدا کے ہاتھ میں ہے اور یہ اختیار بھی خدا کو ہی حاصل ہے کہ وہ جسے چاہے اس مال کے بہترین استعمال کی توفیق دے۔ خیرات کی ادائیگی معمولی نیکی نہیں ہے، یہ عظیم ترین عمل ہے۔[89] اس تعلیم کے ذریعہ لوگوں میں خیرات کا جذبہ بیدار کرنے کی کاوش کی گئی ہے کیونکہ اس طرح انسان کا خدا پر بھروسہ مضبوط ہوتا ہے اور اُس کا مال کو جمع کرکے رکھنے سے گریز ممکن ہوتا ہے۔

سکھ مت میں صدقہ وخیرات کی اہمیت کے پیشِ نظر اس کی ادائیگی کو یقینی بنانے کی سعی کی گئی ہے۔ اس ضمن میں صدقات وخیرات کے عمل کو محض شخصی صوابدید پر ہی موقوف کرنے کی بجائے اس کی بعض اقسام کو واجب اور لازم قرار دیا گیا ہے۔ گردشِ دولت کے قیام کی خاطر خیرات کو بنیادی امور میں شامل کیا گیا ہے اور دیگر افرادِ معاشرہ کے ساتھ مخلصانہ برتاؤ اختیار کرنے کی تعلیم بھی دی گئی ہے۔ خیرات کی ادائیگی کو فرائض میں شامل کیا گیا ہے۔

اس ضمن میں گرو گرنتھ صاحب کا دوہا ہے:

There are five prayers and five times of day for prayer; the five have five names. Let the first be truthfulness, the second honest living, and the third charity in the Name of God. Let the fourth be good will to all, and the fifth the praise of the Lord. Repeat the prayer of good deeds, and then, you may call yourself a Muslim.[90]

"پانچ التجائیں ہیں اور ان کی ادائیگی کے پانچ اوقات ہیں؛ پانچوں التجاؤں کے پانچ نام ہیں۔ پہلی کا نام سچائی، دوسری کا ایماندارانہ حیات، تیسری کا نام خدا کے نام پر دی جانے والی خیرات ہے۔ چوتھی سے مراد سب کے ساتھ خیر سگالی کے جذبات رکھنا ہے، اور پانچویں خدا کی تعریف کرنا ہے۔ نیک اعمال کی نماز بار بار ادا کرو تو ہی تم اپنے آپ کو مسلمان کہہ سکتے ہو۔"

سکھ مت میں ونڈ چکھو کا تصور پیش کیا گیا ہے اور اسے تین بنیادی فرائض میں سے ایک قرار دیا گیا ہے۔ جس کا مطلب ہے دوسروں کے ساتھ تقسیم کرکے کھانا اور خصوصی طور پر ایسے افراد کو دینا جن کا معیارِ زندگی آپ کے معیارِ زندگی سے کم ہو۔ وَنڈ چکھو سے مراد اپنے مال اور اشیاء کو دوسروں کے ساتھ تقسیم کرنا ہے اور اس کا تصور درحقیقت یہی بیان کیا گیا ہے کہ ضرورت مند اور اہل افراد کو اپنے مال اور اشیاء میں شریک کیا جائے۔ سکھ مت

[88] SGGS Page 472, Line 8
[89] SGGS Page 548, Line 12
[90] SGGS Page 141, Line 4

میں خیراتِ واجبہ کی ایک قسم اپنے مال کا دسواں حصہ ضرورت مند افراد پر خرچ کرنا بھی قرار دی گئی ہے۔اسے دَس ونڈھ اور دان بھی کہا جاتا ہے اور یہ مذہبی فریضہ ہے۔ گرورام داس کے زمانہ میں یہ مقدار متعین کی گئی جبکہ اس کی بنیاد گرنتھ صاحب میں ہی ملتی ہے۔[91]

سکھ مت میں خیرات کے عمل کو ذاتی صوابدید پر بھی موقوف کیا گیا ہے اور صدقاتِ نافلہ کا تصور بھی اجاگر کیا گیا ہے۔ گرو گرنتھ صاحب کی تعلیمات سے واضح ہوتا ہے کہ سکھ مت میں دوسروں کی خدمت کرنے کو بھی خیرات کی ہی ایک قسم قرار دیا گیا ہے اور اسے سیوا کا نام دیا گیا ہے۔ ہر انسان کے لیے اپنے تمام افعال خود سرانجام دینا ممکن نہیں ہوتا اور بہت سے افراد ایسے ہوتے ہیں جو کسی بیماری یا بڑھاپے کے باعث دوسروں کے محتاج ہوتے ہیں۔ ایسے افراد کی مدد اور اعانت کے لیے گرنتھ صاحب میں اپنا وقت اور زندگی دوسروں کی بہبود کے لیے صَرف کرنے کی تعلیم دی گئی ہے۔[92] سکھ مت میں سیوا کی تین صورتیں بیان کی گئی ہیں، تَن (جسمانی مدد)، مَن (اچھی سوچ کے ذریعہ مدد) اور دَھن (مال کے ذریعہ مدد)۔ پندرھویں صدی کے ہندوستانی صوفی بزرگ اور شاعر بھگت کبیر (۱۵۱۸-۱۳۹۸) کے مطابق:

ہاڑ بڑا ہری بھجن کو درو یہ بڑا کچھ دیئے
عقل بڑی اپکار کر جیون کا پھل ایہہ[93]

"اگر جسم بڑا ہے یعنی تندرستی ہے تو خدا کی یاد کرو اور دولت زیادہ ہے تو کچھ دے ڈالو، اگر عقل زیادہ ہے تو دوسروں کا فائدہ کرو، زندگی کا ماحصل یہی ہے۔"

نافلہ خیرات کے ضمن میں اس کے ساتھ ساتھ خدا کا ذکر کرنے اور دوسروں کی مدد کرنے کو بھی شامل کیا گیا ہے۔ خدا کا ذکر کرنے کو کامل خیرات قرار دیتے ہوئے بیماروں اور ناتواں افراد کا بھی اس سے بہرہ مند ہونا ممکن بنا دیا گیا۔ سکھ مت میں انسان کی انفرادی ذمہ داریوں میں اس امر کو بھی شامل کیا گیا ہے کہ وہ دوسروں کی خدمت کو اپنا شیوہ بنالے۔

---

[91] SGGS Page 1245, Line 28
[92] SGGS Page 26, Line 1
[93] عبدالحفیظ، ڈاکٹر، **بھگت کبیر حیات و تعلیمات اور منتخب کلام**، (لاہور: نگارشات، ۲۰۰۱ء)، ۲۴۰

اس ضمن میں[94] The code of conduct and Conventions میں درج ہے:

A Sikh's personal life should comprehend---meditation on Nam (Divine Substance) and the scriptures, leading life according to the Gurus' teachings and altruistic voluntary service.[95]

"ایک سکھ کی انفرادی زندگی کا انحصار ان امور پر ہونا چاہیے---(خدائے حقیقی کا) نام جپنا اور صحائف کا وِرد کرنا، گرو کی تعلیمات کے مطابق زندگی بسر کرنا اور فیاضی سے رضاکارانہ خدمات سرانجام دینا۔"

سکھ مت میں خیرات کی ایک قسم لنگر خانہ بھی قرار دی گئی ہے جس میں نسلی اور مذہبی تعصب کو پسِ پشت ڈال کر تمام انسانوں کو مساوی بنیادوں پر کھانا فراہم کیا جاتا ہے۔ اس کا آغاز بابا گرو نانک نے کیا، انہوں نے کرتار پور میں ایک لنگر خانہ کھول رکھا تھا جہاں امراء اور غرباء دونوں کو ضرورت کے مطابق کھانا ملتا تھا۔ لنگر خانہ کے کاموں کی ذمہ داریاں مختلف افراد میں منقسم تھیں اور رضاکار لوگوں کی سیوا کو تیار رہتے۔ یہ لنگر خانہ مذہب اور ذات کے تعصب سے بالاتر تھا اور مساوات کا اعلیٰ ترین مظہر تھا۔[96]

سکھ مت میں خیرات کو صرف مالی اور مادی امداد تک مخصوص کرنے کی بجائے اس کے تصور کو وسعت دی گئی ہے اور دوسروں کی خدمت کرنے کو بھی خیرات کے مفہوم میں داخل کیا گیا ہے۔ اس طرح ہر شخص کے لیے خیرات کے اجر و ثواب سے مستفید ہونا ممکن ہو جاتا ہے۔ اپنے مال اور اشیاء کو دوسروں کے ساتھ تقسیم کرنا خیرات کے ضمن میں شمار کیا گیا ہے اور اپنے مال کا دسواں حصہ دوسروں پر خرچ کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ وقت اور زندگی کا دوسروں کی بہتری کے لیے استعمال بھی خیرات ہی کی ایک صورت قرار دی گئی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ خدا کا ذکر کرنے کو کامل خیرات قرار دیتے ہوئے بیماروں اور ناتواں افراد کا بھی اس سے بہرہ مند ہونا ممکن بنا دیا گیا۔

ارتکازِ دولت کسی بھی معاشرہ کی معاشی بدحالی کا موجب بن سکتا ہے۔ سکھ مت میں اس سے اجتناب کرنے کے لیے اور سرمایہ کو گردش میں رکھنے کی خاطر ایسی دولت کو بے سود قرار دیا گیا ہے جس میں سے خیرات نہ دی جائے۔

---

[94] 1945ء میں سکھ مت کے رہن سہن کے آداب و اطوار اور رسوم و رواج کو کتابی صورت میں مدون کیا گیا اور اسے The Sikh Reht Maryada کا نام دیا گیا۔ The code of conduct and Conventions سکھ مت کی کتاب The Sikh Reht Maryada کا انگریزی ترجمہ ہے۔ اس کو عملی زندگی میں رہنمائی کی خاطر لکھا گیا جس کی منظوری شیرومانی گردوارہ پربندھک کمیٹی نے دی۔

[95] The code of conduct and Conventions, The Sikh Reht Maryada, (Amritsar: Dharam Parchar Committee), 8.

[96] سنگھ، سردار جی، ب ابا گرونانک (تعلیمات، کلام اور حالاتِ زندگی)، مترجم: امیر علی خان، (لاہور: سیونتھ سکائی پبلیکیشنز، ۲۰۰۶ء)، ۲۰۶

صدقات وخیرات گردشِ دولت میں معاون ہوتے ہیں اور ان کی مدد سے ارتکازِ دولت کا خاتمہ ممکن ہو جاتا ہے۔[97] سکھ مت کی مذہبی تعلیمات میں ارتکازِ دولت کے خاتمہ کو یقینی بنانے کے لیے بخل اور کنجوسی کی مذمت کی گئی ہے۔ یہ امر باور کروایا گیا ہے کہ جو شخص مال و دولت کا ذخیرہ کر کے رکھتا ہے اور ضرورتمندوں پر خرچ کرنے سے احتراز برتتا ہے اُس کی دولت بے سود ہوتی ہے۔[98] بخیل شخص کا سرمایہ ارتکازِ دولت کا باعث بنتا ہے اور مختلف قسم کے معاشی جرائم کا پیش خیمہ بنتا ہے۔ بخل اور کنجوسی معاشی فلاح کے حصول کی راہ میں رکاوٹ کا باعث بنتے ہیں۔ صدقات وخیرات گردشِ دولت میں معاون ہوتے ہیں اور ان کی مدد سے ارتکازِ دولت کا خاتمہ ممکن ہو جاتا ہے۔

امراء کے پاس دولت کی کثرت ہوتی ہے اور یہ مال اُن کی ضرورت سے زائد ہوتا ہے۔ اس مال کی مدد سے بہت سے ضرورت مند افراد کی ضروریات کی تکمیل ممکن ہوتی ہے اور معاشی خوشحالی کا ظہور ہوتا ہے۔ اس امر کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے سکھ مت میں یہ حقیقت بیان کی گئی ہے کہ بھکاری بھی امراء سے خیرات وصول کرنا پسند کرتے ہیں۔ اس طرح امراء کو ترغیب دی گئی ہے کہ وہ غرباء پر اپنا مال خرچ کریں۔[99]

صدقات وخیرات کا معاشرے کی ترقی میں کلیدی کردار ہوتا ہے اور معاشی نظام کے استحکام کا راز اسی میں مضمر ہوتا ہے۔ ان کی ترسیل کو پیہم بنانے کی خاطر سکھ مت میں ترہیب کا طریقہ اپنایا گیا ہے۔ اور خیرات کی ادائیگی نہ کرنے والوں کو یہ باور کرایا گیا ہے کہ پچھلے جنم کی غلطی کے باعث وہ غلطی پر غلطی دہراتے ہیں۔ اس طرح سے خیرات کی ادائیگی کو یقینی بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔[100]

جین مت میں صدقہ وخیرات کے لیے دان / دانہ کی اصطلاح مستعمل ہے جس سے مراد خیرات دینا اور رفاہِ عامہ کے امور سرانجام دینا ہے۔[101] جینی عقائد کی رو سے دان کی ادائیگی بدقسمت اور ضرورت مند افراد کو کی جاتی ہے۔ جین مت میں خیرات کا بنیادی مقصد امیر اور غریب کے مابین تضاد کو کم سے کم کرنا بیان کیا گیا ہے۔ جین مت میں دان سے مراد خیرات دینا ہے جس کی ادائیگی بدقسمت اور ضرورت مند افراد کو کی جاتی ہے۔ جین مت میں خیرات کا بنیادی مقصد امیر اور غریب کے مابین تضاد کو کم سے کم کرنا بیان کیا گیا ہے۔ جین مت میں معاشرتی طبقات کے تفاوت کو اعتدال کی سطح پر لانے کے لیے دان کے ساتھ ساتھ اپاری گراہہ (Aparigraha) یعنی کم سے کم اشیاء کے مالک

---

[97] SGGS Page 712, Line 16
[98] SGGS, Page 712, Line 16
[99] SGGS Page 164, Line 21
[100] SGGS Page 150, Line 2
[101] Jaina Sutras, Kalpa Sutra, Life of Mahavira 2: 16

ہونے کا تصور بھی پایا جاتا ہے جس کا مقصد زیادہ سے زیادہ ضرورت مندوں کی ضروریات کی تکمیل کرنا ہے اور اسے پانچ بنیادی فرائض میں شمار کیا گیا ہے۔

سنجے اگروال کے مطابق جین مت میں دان کی چار صورتیں ہیں، جن میں انوایا دان (Anvaya Daan)، سام دان(Sam Daan)، پتر ادان(Patra Daan) اور دَیا دان(Daya Daan) شامل ہیں۔ انوایا دان سے مراد اولاد یا خاندان کو دولت یا جاگیر کی ادائیگی ہے اور اسے خیرات میں شامل نہیں کیا جاتا۔ سام دان سے مراد اقربا اور احباب کو تحائف کی ادائیگی ہے اور یہ بھی خیرات کے زمرہ میں نہیں ہے۔ پتر ادان سے مراد راہبوں اور زاہدوں کو خوراک اور ضروریاتِ زندگی کی دیگر اشیاء فراہم کرنا ہے۔ دَیادان سے مراد غرباء اور چرند پرند کے ساتھ ہمدردی سے پیش آنا ہے۔[102]

وسائل کی گردش اور ارتکازِ دولت کے خاتمہ کو یقینی بنانے کی خاطر جین مت میں خوراک، مشروب، خوش ذائقہ اشیاء اور مصالحہ جات کو بھی خیرات کے ضمن میں شمار کیا گیا ہے۔[103] اس تعلیم پر عمل کی بدولت قلیل وسائل میں کثیر افراد کی ضروریات پوری کرنا ممکن ہو جاتا ہے۔ جین مت میں لباس کی ضرورت واہمیت کے پیشِ نظر اسے بھی خیرات میں ہی شامل کیا گیا ہے۔[104] راہبوں کے لیے سرد موسم میں لباس بنیادی ضرورت ہوتا ہے اس لیے اسے خیرات میں شامل کر کے اس کا بندوبست کیا گیا ہے۔ جین مت میں خیرات کی ایک قسم کسی کو جڑی بوٹیاں دینا بھی قرار دی گئی ہے۔[105] جڑی بوٹیاں نہ صرف خوراک بلکہ دوا کے طور پر بھی قابلِ استعمال اور مفید ہوتی ہیں۔ مقدس اگما میں مقدس دنیا کو نفع پہنچانے، دنیا کو روشن کرنے، تحفظ فراہم کرنے، سڑکیں، پناہ گاہیں اور علم فراہم کرنے کو بھی خیرات کے ضمن میں شمار کیا گیا ہے۔[106]

جینی تعلیمات میں بھکاریوں، راہبوں، راہباؤں اور ضرورتمندوں کو یہ تلقین کی گئی ہے کہ کسی بھکاری کے پاس اگر اپنی ضرورت کا سامان موجود ہو تو اُسے مزید کے لیے سوال نہیں کرنا چاہیے۔ اگر ایک لباس موجود ہو تو دوسرے کی خاطر بھیک نہیں مانگنی چاہیے اور نہ ہی خیرات میں حاصل کیے جانے والے لباس میں تبدیلی کرنی چاہیے۔ اس طرح

---

[102] Agarwal, *Daan and other Giving Traditions in India*, 83-86.
[103] Akaranga Sutra., Book 2, Begging of food 1: 1
[104] Akaranga Sutra, Book 1, Liberation 5: 1
[105] Akaranga Sutra, Book 2, Begging of food 1: 3
[106] Kalpa Sutra, Life of Mahavira 2: 16

سے قناعت اور سادگی کو فروغ ملتا ہے جو وسائل کے ضیاع کے خاتمہ کا موجب ہیں اور معاشی و معاشرتی فلاح کے حصول کو یقینی بنانے کا موجب ہیں۔

اگما کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جین مت میں خیرات کی ادائیگی کے مصارف میں پرندوں، جانوروں، برہمنوں، زاہدوں، مہمانوں، مفلسوں اور بھکاریوں کو شامل کیا گیا ہے۔ کیونکہ کسی بھی معاشرہ کے معاشی نظام کی خاطر خیرات کی اہمیت سے انکار کسی طور ممکن نہیں۔ خیرات کا نظام ہی غرباء اور محتاج افراد کے لیے اُمید کا موجب ہوتا ہے اور اسی کی مدد سے معاشی خوشحالی کا فروغ ممکن ہوتا ہے۔ اس لیے جین مت میں بھکاریوں اور مفلسوں کی مفلک الحالی کے پیشِ نظر راہبوں اور راہباؤں کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ ایسی خیرات وصول نہیں کریں جس کے خواہش مند مفلس اور بھکاری ہوں۔

مقدس اگما میں ارشاد ہے:

A monk or a nun may accept food of which only a part may be used, and which is not wanted by bipeds, quadrupeds, Sramanas, Brahmanas, guests, paupers, and beggars, whether they beg for it themselves, or the householder gives it them. That is the seventh rule for begging food.[107]

"ایک راہب یا راہبہ کو ایسی خیرات وصول کرنی چاہیے جس کا کچھ حصہ ہی استعمال کے قابل ہو، اور جس کے خواہش مند دوپائے، چوپائے، زاہد، برہمن، مہمان، مفلس اور بھکاری نہیں ہوں۔ چاہے وہ (راہب یا راہبہ) خود ایسی چیز مانگیں یا مالک مکان انہیں دے۔ یہ خوراک مانگنے کا ساتواں اصول ہے۔"

جین مت میں رفاہِ عامہ اور فلاحِ انسانیت کے امور کی انجام دہی کو یقینی بنانے کے لیے ترغیب سے کام لیا گیا ہے اور دنیا کو نفع پہنچانے والے، دنیا کو روشن کرنے والے، تحفظ فراہم کرنے والے، نظارے عطا کرنے والے، پناہ گاہیں مہیا کرنے والے، زندگیاں عطا کرنے والے، علم کی ترسیل کرنے والے افرادِ معاشرہ کو قابلِ احترام قرار دیا گیا ہے۔[108]

مقدس اگما کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جین مت کی مذہبی تعلیمات میں رفاہِ عامہ کے امور کی انجام دہی کو یقینی بنانے کی ہر ممکن سعی کی گئی ہے۔ اس ضمن میں سڑکیں، پناہ گاہیں، آرام گاہیں اور مختلف تعمیرات کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ جب معاشرہ کا امیر طبقہ اپنی ضروریات کے بقدر وسائل کا استعمال کرے اور اپنی ضروریات کی تکمیل کے بعد بچنے والا اضافی سرمایہ فلاح و بہبود کے کاموں میں صَرف کر دے تو معاشرتی طبقات کے مابین حائل خلیج کی سطح میں

[107] Akaranga Sutra, Book 2, Begging of Food 11: 9
[108] Kalpa Sutra, Life of Mahavira 2: 16

کمی واقع ہوتی ہے۔ اس سے ایک جانب تو مال و دولت اور وسائلِ زندگی گردش میں رہتے ہیں اور دوسری جانب عوام کی تمام تر ضروریات کا بوجھ حکومت پر نہیں پڑتا۔ یہ امر بالآخر معاشی و معاشرتی فلاح کے حصول کی ضمانت بنتا ہے۔

منگولی مذاہب اور صدقات:

بدھ مت میں صدقہ و خیرات کے لیے دانا / دانہ کی اصطلاح مستعمل ہے جس سے مراد خیرات کی ادائیگی کرنا ہے۔[109] بدھ مت میں دانا / دانہ کی اصطلاح کو خصوصی طور پر راہبوں کو خوراک دینے کے عمل سے منسوب کیا گیا ہے۔ Encyclopedia of Buddhism میں اس امر کو یوں بیان کیا گیا ہے:

Dana, a term broadly employed in South Asian religions, should be understood within the context of the relationship of complete economic dependency of monks and nuns on royal gifts and the alms of lay householders.[110]

"جنوبی ایشیائی مذاہب میں کثیر الاستعمال اصطلاح دانہ کا مطلب راہبوں اور راہباؤں کا شاہی تحائف اور عوام الناس کی دی گئی خیرات پر مکمل طور پر معاشی انحصار کے معنوں میں سمجھا جانا چاہیے۔"

سنجے کمار اگروال کے مطابق بھکاریوں کو دی جانے والی خیرات کے لیے بدھ مت میں بھکشا(bhiksha) کی اصطلاح مستعمل ہے جس کا ترجمہ خیرات کیا جاتا ہے۔ یہ لفظ بھیک دینے کے معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے اور اس سے مراد خیرات کی وہ قسم ہے جس کی ادائیگی مختلف افراد کی ضروریات کی تکمیل کے لیے کی جاتی ہے۔ بھکشا ایک وسیع اصطلاح ہے اور اس کی ادائیگی غرباء، بھکاریوں، بھکشوؤں[111]، برہمچاریوں[112] اور سنیاسیوں[113] کو کی جاتی ہے۔[114]

بدھی تعلیمات کی رو سے وہار دان(Vihar Daan)، بھکشا(Bhiksha)، مہادان(Maha Daan) اور دان شالا(Daan Shala) کو بھی خیرات کی اقسام میں داخل کیا گیا ہے۔ وہار دان سے مراد ہے بدھ راہبوں کے لیے خانقاہ کی تعمیر اور اُسے وقف کرنا۔ بھکشا سے مراد خیرات کی ادائیگی ہے جو غرباء کو کی جاتی ہے۔ اسے پنڈ پاٹ(Pind Paat) بھی کہا جاتا ہے اور یہ بھکاریوں یا بھکشو، برہمچاری یا سنیاسی کو ادا کی جاتی ہے۔ مہادان سے مراد راہبوں کو خوراک

---

[109] Jatakas, Ja 346: Kesava Jataka

[110] *Encyclopedia of Buddhism*, Buswell, Robert E, (USA: Macmillan Reference, 2004), s.v. ''Dana.''

[111] ہندی، بدھی یا جینی درویش

[112] مذہب کا طالبعلم جو خود کو تعلیم اور خدمت کے لیے وقف کر دے۔

[113] مادی زندگی سے کنارہ کشی کر کے امن پسند زندگی گذارنا۔

[114] Agarwal, *Daan and other Giving Traditions in India*, 84.

اور دیگر ضروریاتِ زندگی مسلسل سات دن تک فراہم کرنا ہے۔ دان شالا سے مراد وہ عمارات ہیں جنہیں راہبوں اور دیگر افراد کو خوراک فراہم کرنے کے لیے وقف کیا گیا ہو۔[115] ان تمام اقسام کو متعارف کروانے کا مقصد ضرورتمند افراد کی ہر قسم کی ضروریات کی تکمیل کو ممکن بنانا ہے تاکہ افرادِ معاشرہ کے معاشی تفاوت کی سطح میں کمی لانا ممکن ہو اور معاشی خوشحالی کا دور دورہ ہو۔

تری پٹاکا کی تعلیمات سے واضح ہوتا ہے کہ بدھ مت میں معاشی فلاح کے حصول کو یقینی بنانے کی خاطر اور وسائلِ حیات کو پیہم گردش میں رکھنے کے لیے خیرات کی ادائیگی کے ضمن میں آٹھ اصول مرتب کیے گئے ہیں۔ ایک اچھے انسان کی خصوصیات میں یہ امر شامل کیا گیا ہے کہ وہ اکثر و بیشتر خالص، بہترین، جائز اشیاء کی خیرات کی ادائیگی کیا کرے۔ درست وقت پر اور تحقیق کرنے کے بعد دماغ کی تسلی سے خیرات دینے اور ادائیگی کے بعد شاداں رہنے کو نیک عمل قرار دیا گیا ہے۔[116]

ارتکازِ دولت معیشت کے جمود کی بنیاد بنتا ہے اور معاشی زبوں حالی کو دعوت دیتا ہے۔ یہ عمل افرادِ معاشرہ کے معاشی تفاوت کی سطح میں اضافہ کا باعث بھی بنتا ہے۔ ایسی صورتحال سے بچنے اور وسائل زندگی کو گردش میں رکھنے کے لیے بدھ مت کی مذہبی تعلیمات میں اکثر و بیشتر خیرات کی ادائیگی کرنے والے افراد کو نئی زندگی میں آسائشات و سہولیات ملنے کی نوید سنائی گئی ہے۔ بدھ مت میں معاشی فلاح کے حصول کی خاطر افرادِ معاشرہ میں رحمدلی اور ہمدردی کے جذبات پیدا کرنے کی سعی کی گئی ہے۔ اس ضمن میں گوتم بدھ نے خیرات، اخلاقیات، صدقات، انصاف اور ندامت، امن، نرمی، رحمدلی، انکساری اور صبر کو نیک اعمال میں شامل کیا ہے۔[117] اسی تلقین کو آگے بڑھاتے ہوئے یہ امر بھی یقینی بنانے کی سعی کی گئی ہے کہ امداد کی ادائیگی کے وقت بھی انسان اچھا رویہ ہی اختیار کرے[118] تاکہ خیرات وصول کرنے والے کے دل میں شرمندگی کے جذبات پیدا نہیں ہوں۔ اس سے ایک جانب تو معاشرہ میں اخلاقیات کو فروغ ملتا ہے اور دوسری جانب محبت کے جذبات اپنانے کے باعث افرادِ معاشرہ دوسروں کی تکالیف اور مصیبتوں سے بخوبی واقفیت حاصل کرسکتے ہیں۔ ایسی صورت میں ہی صحیح معنوں میں گردشِ دولت کا نظام قائم ہوتا ہے جو معاشی فلاح کا پیش خیمہ ثابت ہوتا ہے۔

---

[115] Agarwal, *Daan and other Giving Traditions in India*, 83-86.
[116] Pali Canon, Anguttara Nikaya 8: 37
[117] Jatakas, Ja 385 : Nandiyamiga Jataka
[118] Ja 346: Kesava Jataka

امراءاور غرباء کے مابین حائل معاشی تفاوت کی سطح میں کمی لانے اور معاشی فلاح کے حصول کو یقینی بنانے کے لیے ضروری ہوتا ہے کہ خیرات کی ترسیل کا مناسب سلسلہ قائم کیا جائے۔ خیرات و صدقات کی ادائیگی کا مستقل سلسلہ غرباءاور نادار افراد کی معاشی فلاح کا ضامن ہوتا ہے۔ اس حقیقت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے بدھ مت میں خیرات و صدقات کی ادائیگی کو یقینی بنانے کی خاطر قرض سے تشبیہ دی گئی ہے جس کی واپسی ایک یقینی امر ہوتا ہے۔[119] اس طرح صدقات و خیرات کی ادائیگی کا ایک مستقل سلسلہ قائم کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ یہ امر بیان کیا گیا ہے کہ اس قرض کی واپسی مختلف نعمتوں کی صورت میں ہوتی ہے۔ اس طرح سے افرادِ معاشرہ میں قرض کی ادائیگی کا شوق بیدار ہوتا ہے اور دولت مسلسل گردش میں رہتی ہے۔ جس کا نتیجہ معاشی فلاح کے حصول کی صورت میں نکلتا ہے۔

گداگری ایک ایسا پیشہ ہوتا ہے جس پر انحصار کرکے کوئی فرد اپنی ضروریات کی تکمیل با آسانی کرسکتا ہے۔ یہ پیشہ نہ صرف انسانوں کی انفرادی زندگی کو تباہی سے دوچار کرتا ہے بلکہ اجتماعی طور پر معاشرہ کے لیے بھی ہلاکت کا موجب بنتا ہے۔ بدھ مت میں اس پیشہ کو اپنانے کی نہ صرف ترغیب دی گئی ہے بلکہ خیرات وصول کرنے والوں کو خیرات ادا کرنے والوں سے افضل قرار دیا گیا ہے۔

اس ضمن میں وِگھاشا جٹاکا میں ارشاد ہے:

They who giving alms to priests and brahmins, wants to satisfy Eat the rest, 'tis they who live on remnants left from charity.[120]

"جو پادریوں اور برہمنوں کو خیرات دیتے ہیں، باقی کھانے پر اطمینان اختیار کرنا چاہتے ہیں، خیرات کی باقیات پر گذارہ کرنے والوں سے کم تر ہوتے ہیں۔"

مہاتما گوتم بدھ کے اس قول کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ بدھ مت میں خیرات لینے کے عمل کو خصوصی اہمیت کا حامل قرار دیا گیا ہے۔ خیرات لینے والوں کو خیرات دینے والوں سے برتر قرار دیتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا گیا ہے کہ خیرات کی باقیات پر گذر بسر کرنے والے افراد برہمنوں اور پادریوں کو خیرات کی ادائیگی کرنے والے افراد سے افضل ہوتے ہیں۔ بدھ مت میں خیرات وصول کرنے کے ضمن میں یہ ہدایت بھی دی گئی ہے کہ واسا[121] کے تین ماہ میں خیرات

---

[119] Ja 484 : Salikedara Jataka

[120] Ja 393: Vighasa Jataka

[121] بدھ مت میں برسات کے تین ماہ (جولائی تا اکتوبر) کو کہا جاتا ہے۔ ان کے عدم اذیت کی تعلیمات کی رو سے خصوصی احکامات ہیں۔

کی وصولی کے لیے بھی باہر نہیں جانا چاہیے۔[122] ان تین ماہ کے علاوہ بھکشوؤں کے فرائض میں شامل ہوتا ہے کہ وہ خیرات کی وصولی کے لیے جائیں اور یہ عمل گوتم بدھ نے خود بھی کیا۔ لیکن برسات کے ایام میں اس عمل سے روکا گیا ہے۔

زرتشتیت میں خیرات کو نیک اعمال میں شامل کیا گیا ہے اور اس کی اہمیت کے پیشِ نظر اسے ہمیشہ کے لیے باقی رہنے والے بنیادی دو اعمال میں شامل کیا گیا ہے۔[123] خیرات کو یہ اہم ترین مقام دینے کی دو وجوہات بیان کی گئی ہیں۔ اول یہ کہ یہ اچھائی اور برائی میں تمیز کا موجب ہے اور دوسری وجہ یہ کہ دولت کے درست استعمال کو ترویج دی جا سکے۔

معاشی و معاشرتی فلاح کے حصول کے لیے یہ امر انتہائی ضروری ہوتا ہے کہ وسائل کی ترسیل کا سلسلہ قائم کیا جائے۔ اس ضمن میں خیرات کی ترسیل کا مستقل نظام قائم کرنا ضروری ہوتا ہے۔ تاکہ ہر فرد کے لیے حق معاش محفوظ ہو اور ہر کسی بھی بنیادی ضروریات کی تکمیل با آسانی ہو سکے۔ وسائلِ زندگی کی ترسیل کا ایک مستقل نظام قائم کرنے کے لیے زرتشتیت میں خیرات کی ادائیگی نیک جذبات کے ساتھ کرنے کی تعلیم دی گئی ہے اور یہ امر بیان کیا گیا ہے کہ جو کچھ بھی نیک جذبات کے ساتھ ادا کیا جائے گا اُس کا بدلہ ضرور ملے گا۔[124]

زند اوستا میں گھر کے مالک کو بے گھر پر اور امیر کو مفلس پر فوقیت دینے کا پہلو بیان کیا گیا ہے۔[125] زند اوستا کے اس ارشاد کا مطالعہ یہ عیاں کرتا ہے کہ زرتشتیت میں اس حقیقت کو تسلیم کیا گیا ہے کہ معاشی اعتبار سے امراء کا طبقہ دیگر دونوں طبقات سے بہتر ہوتا ہے۔ اس حقیقت کے اظہار سے امراء میں احساسِ ذمہ داری اور دوسروں کی فلاح و بہبود کے جذبات بیدار کرنے کی کاوش کی گئی ہے۔ زرتشتیت میں گردشِ دولت کا ایک مستقل سلسلہ قائم کرنے، غرباء کی اعانت کو یقینی بنانے، معاشرتی طبقات کے عدم توازن کو اعتدال کی راہ پر گامزن کرنے اور معاشی فلاح کے حصول کو یقینی بنانے کے لیے زرتشتیت میں غرباء کی امداد کو خدا کا خوشی کا موجب امر قرار دیا گیا ہے۔[126] زند اوستا میں امراء کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ ضرورت مندوں کو وسائلِ زندگی مہیا کیا کریں۔[127] اس سے ایک جانب تو افرادِ معاشرہ میں نیک اعمال کی انجام دہی کا جذبہ جنم لیتا ہے اور دوسری جانب وسائلِ زندگی گردش میں رہتے ہیں۔ زرتشتیت میں اپنے مال میں سے دوستوں کو دینا

[122] The Mahawagga, Third Khandhaka 3: 2
[123] The Zend Avesta, The Gathas, Yasna 34: 11
[124] The Gathas, Yasna 34: 2
[125] Vendidad, Fargard 4: 47
[126] Vendidad, Fargard 19: 2
[127] Visparad 15: 1

در حقیقت خدا کو دینے کے مترادف قرار دیا گیا ہے۔[128] اس طرح سے یہ امر یقینی بنانے کی سعی کی گئی ہے کہ افرادِ معاشرہ اپنے کم حیثیت دوستوں کی مدد کو اپنا فریضہ سمجھیں اور اپنے وسائل کو ان کے ساتھ بانٹنے کے عادی ہوں۔

زند اوستا کے مطالعہ سے یہ امر عیاں ہوتا ہے کہ زرتشتیت میں خیرات کو محض انسانوں تک ہی محدود نہیں رکھا گیا بلکہ وسعت پذیری عطا کرتے ہوئے خیرات کی ایک قسم جانوروں کو خوراک دینا بھی قرار دی گئی ہے۔ جانوروں کو خوراک دینے کے ضمن میں یہ اصول متعین کیا گیا ہے کہ جانوروں کو بھی ناقص خوراک نہیں فراہم کی جائے۔ جانوروں کو ناقص خوراک دینے کا مطلب انسانوں کو ناقص خوراک دینا قرار دیا گیا ہے۔[129] یہ ایک اٹل حقیقت ہے کہ اگر کسی معاشرہ میں انسانوں کی تمام ضروریات با آسانی پوری ہوتی ہوں لیکن جانوروں کو خوراک کی فراہمی نہ کی جاتی ہو تو جلد ہی انسانوں کو بھی خوراک کی فراہمی کا سلسلہ تعطل کا شکار ہو جائے گا کیونکہ گوشت انسان کی خوراک کا ایک بڑا ذریعہ ہے۔ اس طرح سے ایک جانب تو جانوروں کی ضروریات کی تکمیل کو یقینی بنانے کی کوشش کی گئی ہے اور دوسری جانب انسانوں میں یہ شعور بیدار کرنے کی سعی کی گئی ہے کہ دوسروں کو ناقص اشیاء دینے سے اجتناب لازم ہے۔ اگر انسان دوسروں کو ناقص اشیاء دے تو افرادِ معاشرہ میں بدگمانی، نفرت، احساسِ کمتری، کینہ اور بغض جیسے اخلاقِ رزیلہ پیدا ہوتے ہیں۔

کنفیوشس مت میں صدقہ و خیرات کے لیے چینی زبان کا لفظ رین (ren) مستعمل ہے۔ جس کے مفہوم کو نہایت وسیع معنوں میں لیا گیا ہے اور اسے انسانیت سے موسوم کیا گیا ہے۔[130] جس کا انگریزی متبادل humanity ہے۔

کنفیوشس مت میں اس حقیقت کو تسلیم کیا گیا ہے کہ امراء و غرباء کے طبقات ایک اٹل حقیقت ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ کنفیوشس نے معاشی فلاح کے حصول کو یقینی بنانے اور گردشِ دولت کا نظام قائم کرنے کے لیے یہ امر بیان کیا ہے کہ امیری اور غریبی کسی کو بھی دوام حاصل نہیں۔[131] اس نظریہ کو پیش کر کے گردشِ زر کا نظام قائم کرنے کی سعی کی گئی ہے۔ جس کے نتیجے میں معاشی فلاح کا حصول یقینی امر قرار پاتا ہے۔ کنفیوشس مت میں امیر اور غریب کے مابین حائل معاشی خلیج کی سطح میں کمی لانے کی حتی المقدور سعی کی گئی ہے۔ اس ضمن میں امیر کے دل میں غریب کے لیے رحمدلی کے جذبات ابھارنے کی سعی کی گئی ہے۔[132] جس سے ایک جانب تو وسائل کی گردش کا ایک مستقل نظام قائم کرنا ممکن قرار پاتا ہے اور دوسری جانب افرادِ معاشرہ کے معاشی تفاوت کی سطح میں کمی لانا ممکن ہو جاتا ہے۔

---

[128] The Gathas, Yasna 43: 14
[129] Vendidad, Fargard 13: 55
[130] Chung Yung/ Doctrine of Mean 4: 20(a)
[131] Chung Yung/ Doctrine of Mean 2: 12
[132] The Shi King/ Classic of Poetry 2: Chapter 6:5

کنفیوشس مت کی مذہبی تعلیمات میں وسائل کی ہر فرد تک رسائی کو اخوت و یگانگت کا موجب قرار دیا گیا ہے۔ وسائل کے انتشار کو عوام کی اخوت اور وسائل کی یکجائی کو عوامی انتشار کا باعث قرار دیا گیا ہے۔[133] وسائل زندگی کی ترسیل کو یقینی بنانے کے ضمن میں کنفیوشس نے یہ امر بھی بیان کیا ہے کہ عظیم آدمی وسائل کو گردش میں رکھتا ہے جبکہ گھٹیا آدمی وسائل کے ارتکاز کا باعث بنتا ہے۔ عظیم آدمی وقت پر وسائل کی ترسیل کرتا ہے جبکہ گھٹیا اور رزیل آدمی بلا مقصد وسائل کو روکے رکھتا ہے۔[134]

کنفیوشس مت کی تعلیمات کے ذریعہ لوگوں میں یہ شعور اجاگر کرنے کی سعی کی ہے کہ وہ یتیموں کے ساتھ احسن رویہ اختیار کریں۔[135] یتیموں کے ساتھ احسن سلوک اختیار کرنا معاشی طبقات کے مابین حائل خلیج کا خاتمہ کرنے کا موجب ہے۔ عوام عموماً اُسی ڈگر پر چلتی ہے جس پر حکمران چلتے ہیں۔ اس لیے کنفیوشس نے یتیموں کے ساتھ احسن رویہ اختیار کرنے کا حکم حکمرانوں کو دیا تاکہ عوم بھی ان کی پیروی کرتے ہوئے یتیموں کا ہاتھ تھامیں اور ان کی مشکلات میں ان کے ساتھی بنیں۔ کنفیوشس مت میں یتیموں کے ساتھ ساتھ مزدوروں کا خصوصی خیال رکھنے کی تاکید بھی کی گئی ہے۔[136] تاکہ وہ سکون و اطمینان کے ساتھ معاشرے کی فلاح میں اپنا کردار ادا کرسکیں۔ کنفیوشس مت میں دوستوں کے تعلقات کو زندگی گذارنے کے پانچ بنیادی رہنما رشتوں میں شامل کیا ہے۔[137] تاکہ ان کے معاشی درجہ میں بہتری لانا ممکن ہوسکے اور ملک و معیشت ترقی کی منازل طے کریں۔

کنفیوشس مت کی مذہبی تعلیمات میں معاشی فلاح کے حصول کی راہیں سہل کرنے کے لیے حکمرانوں کو یہ تاکید کی گئی ہے کہ وہ انسانیت کی روش اختیار کریں۔ اگر کوئی حکمران کا قائمقام ہو تو وہ ادب و احترام کا رویہ اختیار کرے۔[138] اس تعلیم کے ذریعہ کنفیوشس نے ایک جانب تو ملکی وسائل کے درست استعمال کو یقینی بنایا ہے اور دوسری جانب رعایا میں بھی ایک دوسرے کی بھلائی کے جذبات پروان چڑھانے کی سعی کی ہے۔ جس کے نتیجے میں معاشی و معاشرتی خوشحالی کا ظہور ممکن ہوجاتا ہے۔

---

[133] Ta Hsueh/The Great Learning 2: B 7-8
[134] Chung Yung/ Doctrine of Mean 1: 2
[135] Ta Hsueh/The Great Learning 2 : B 7
[136] The Shi King/ Classic of Poetry 2, Chapter 9:3
[137] Chung Yung/ Doctrine of Mean 4: 20(a)
[138] Ta Hsueh/The Great Learning 2 : A 3

تاؤمت میں خیرات کے لیے سی (Ci) کا لفظ استعمال کیا گیا ہے، اس اصطلاح کو سادگی کے مفہوم میں بھی استعمال کیا گیا ہے۔ اس کے انگریزی متبادلات Charity اور Simplicity ہیں۔ خیرات کو بنیادی تین خزانوں میں شمار کیا گیا ہے۔[139] تاؤمت میں خیرات سے مراد دوسرے ضرورت مند افراد کی امداد کرنا اور ایک درد مند دل رکھنا قرار دیا گیا ہے۔

تاؤمت میں خیرات کے تصور کو چائنیز سٹڈیز اور تاؤمت کی پروفیسر ڈاکٹر یزیہ زاؤ (Dr. Yanxia Zhao: 1962- Alive) نے یوں بیان کیا ہے:

The definition of charity in modern sense, the spirit of charity and heart of compassion in Daoism, and the possible way of transforming Daoist charitable spirit into modern charitable work.[140]

"تاؤمت میں جدید تعریف کے مطابق خیرات سے مرادامداد کرنے کا جذبہ، ہمدردی سے لبریز دِل اور تاؤمت کا خیراتی جذبہ جدید خیراتی اعمال میں منتقل کرنا ہے۔"

تاؤتی چنگ میں افراد کو اس اصول سے روشناس کروایا گیا ہے کہ امراء اور غرباء دونوں ہی ایک دوسرے پر انحصار کرتے ہیں۔[141] اس طرح امراء میں غرباء کی اعانت کا جذبہ پیدا کرنے کی سعی کی گئی ہے۔ تاؤمت میں خیرات کے لیے یہ اصول بھی مرتب کیا گیا ہے کہ خیرات کی ادائیگی کرتے وقت کسی قسم کی توقعات وابستہ نہیں کی جائیں، اسی صورت میں نیکی کا حصول ممکن ہوتا ہے۔[142] اس طرح سے صدقات و خیرات کے نظام کو شفاف بنانے میں مدد ملتی ہے۔ تاؤمت میں افراد میں خود انحصاری کا جذبہ پیدا کرنے کے لیے حکومت کو یہ تلقین بھی کی گئی ہے کہ وہ عوام کو زیادہ سہولیات نہیں دیں تاکہ عوام میں خود کفیل ہونے کا جذبہ بیدار ہو۔[143] اگر عوام کو زیادہ سہولیات دے دی جائیں تو اُن میں محنت کرکے کمانے کی عادت نہیں رہتی اور وہ امداد پر ہی انحصار شروع کر دیتے ہیں۔

صدقہ خیرات کی ادائیگی معاشرے کی معاشی فلاح میں ممد و معاون ہوتی ہے۔ ان کی باقاعدہ ترسیل سے ضرورت مند افراد کی ضروریات پایہ تکمیل کو پہنچتی ہیں۔ صدقہ و خیرات کی معاشی اور معاشرتی اہمیت کے پیشِ نظر

[139] Tao Te Ching, Ch 67: 2
[140] Yanxia Zhao, ''The spirit of Charity and compassion in Daoist religion.'' *Sociology and Anthropology* 3, no. 2 (2015): 122, DOI: 10.13189/sa.2015.030207
[141] Ch 2: 2
[142] Ch 10: 2
[143] Ch 57: 2

لاؤذی نے انہیں تاؤمت کی بنیاد کا درجہ دیا ہے اور تین بنیادی خزانوں میں سے ایک گردانا ہے[144] تاکہ ان کی ادائیگی ہر صورت میں ممکن بنائی جاسکے۔ تاؤمت میں معاشرے کے غریب افراد کی دستگیری کرتے ہوئے حکومتی عہدیداران کو یہ احساس دلایا گیا ہے کہ عوام پر کثرت سے محصولات نافذ کرنے کی صورت میں غربت میں اضافہ ہوتا ہے۔ محصولات میں کمی معاشی خوشحالی کا موجب بنتی ہے اور معاشی جرائم کے خاتمہ میں بھی مدو معاون ہوتی ہے۔

الغرض، مذاہب عالم کی ان تعلیمات سے عیاں ہے کہ صدقات و خیرات کی تاکید کے ذریعے کس طرح سے معاشرہ کے غریب اور نادار طبقہ کی ضروریات کی تکمیل کو یقینی بنانے کی سعی کی گئی ہے تاکہ ان کی ضروریات با آسانی پوری ہوتی رہیں اور یہ ملکی معیشت پر بوجھ نہیں بنیں۔ اس تعلیم کے ذریعہ امراء اور غرباء کے باہمی تفاوت کی سطح میں کمی لانے کی کوشش بھی کی گئی ہے۔ یہ امر احساس اور ہمدردی جیسے جذبات کی ترویج کا باعث بنتا ہے۔ رفاہِ عامہ کے کاموں کا شمار بھی ایسے امور میں ہوتا ہے جو معاشرہ کو خوشحال اور ترقی یافتہ بنانے میں معاون و مددگار ہوتے ہیں۔ فلاحِ انسانیت کے لیے کیے گئے اقدام معاشرتی طبقات کی تقسیم کے تفاوت کو کم کرنے میں بھی معاون ہوتے ہیں۔ دوسروں کی فلاح و بہبود کے لیے سر انجام دیے گئے امور سے کثیر افراد کا اپنی ضروریات کی تکمیل کرنا ممکن ہو جاتا ہے۔ جب افرادِ معاشرہ کی ضروریات کی تکمیل کا ایک مناسب سلسلہ قائم ہو جائے تو وہ معاشرہ پر بوجھ نہیں بنتے اور یہ صورتحال معاشی خوشحالی کو دعوت دیتی ہے۔

[144] Ch 67: 2